1036

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،30۔اگست2013

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سوالات

(محکمہ ٹرانسپورٹ)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

سرکاری کارروائی

"گندم کی امدادی قیمت کی تجاویز پر عام بحث"

1038

صوبائی اسمبلی پنجاب

سولھویں اسمبلی کا چوتھا اجلاس

جمعۃ المبارک،30۔اگست2013

(یوم الجمع،22۔شوال المکرم1434ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10بج کر17منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمO

بِسۡمِ ٱللهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِO

يَسۡـَٔلُهُۥ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۚ كُلَّ يَوۡمٍ هُوَ فِي شَأۡنٖ ﴿٢٩﴾
فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٣٠﴾ سَنَفۡرُغُ لَكُمۡ أَيُّهَ ٱلثَّقَلَانِ ﴿٣١﴾
فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٣٢﴾ يَٰمَعۡشَرَ ٱلۡجِنِّ وَٱلۡإِنسِ إِنِ
ٱسۡتَطَعۡتُمۡ أَن تَنفُذُواْ مِنۡ أَقۡطَارِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ
فَٱنفُذُواْۚ لَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلۡطَٰنٖ ﴿٣٣﴾ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبَانِ ﴿٣٤﴾ يُرۡسَلُ عَلَيۡكُمَا شُوَاظٞ مِّن نَّارٖ وَنُحَاسٞ فَلَا
تَنتَصِرَانِ ﴿٣٥﴾ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٣٦﴾ فَإِذَا ٱنشَقَّتِ
ٱلسَّمَآءُ فَكَانَتۡ وَرۡدَةٗ كَٱلدِّهَانِ ﴿٣٧﴾ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبَانِ ﴿٣٨﴾ فَيَوۡمَئِذٖ لَّا يُسۡـَٔلُ عَن ذَنۢبِهِۦٓ إِنسٞ وَلَا جَآنّٞ ﴿٣٩﴾
فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٠﴾

سورة الرَّحمٰن آیات29تا40

آسمانوں اور زمین میں جتنے لوگ ہیں سب اسی سے مانگتے ہیں۔ وہ ہر روز کام میں مصروف رہتا ہے(29) تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟(30) اے دونوں جماعتو! ہم عنقریب تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں(31) تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟(32) اے گروہِ جن وانس اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ۔ اور زور کے سوا تو تم نکل سکنے ہی کے نہیں (33) تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟(34) تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا تو پھر تم مقابلہ نہ کر سکو گے (35) تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟(36) پھر جب آسمان پھٹ کر تیل کی تلچھٹ کی طرح گلابی ہو جائے گا (تو) وہ کیسا ہولناک دن ہو گا(37) تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟(38) اس روز نہ تو کسی انسان سے اس کے گناہوں کے بارے میں پرسش کی جائے گی اور نہ کسی جن سے (39) تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟(40)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب محمد افضل نوشاہی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

الهم صلے علیٰ سیدنا محمد
وعلیٰ آلہ واصحابہ و بارک وسلم
وہی رب ہے جس نے قرآن میں
فرمایا آقا کی شان میں
تمہارا رب اور ملائکہ پڑھتے ہیں تم بھی پڑھا کرو
الهم صلے علیٰ سیدنا محمد
وعلیٰ آلہ واصحابہ و بارک وسلم
میرے مصطفیٰ میرے مجتبیٰ سا حسین آیا نہ آئے گا
انہیں دیکھنا ہو خواب میں تو درود ان پہ پڑھا کرو
الهم صلے علیٰ سیدنا محمد
وعلیٰ آلہ واصحابہ و بارک وسلم
جب حسن تھا ان کا جلوہ نما انوار کا عالم کیا ہوگا
ہر کوئی فدا ہے بن دیکھے دیدار کا عالم کیا ہو گا

حلف

نو منتخب ممبران اسمبلی کا حلف

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔آج ہمارے دو نو منتخب معزز ممبران میاں خرم جہانگیر وٹو اور جناب محمد زبیر خان اسمبلی چیمبر میں موجود ہیں۔ میں ان سے کہوں گا کہ وہ حلف کے لئے تیاری کریں اور جب میں انہیں کہوں تو وہ اپنی نشستوں کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔ آپ کا یہ حلف اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 127 اور 65 کے تحت ہو گا۔ اس کے بعد آپ کو حلف نامہ کے رجسٹر پر دستخط کرنا ہوں گے۔ پھر اگر آپ بات کرنا چاہیں تو میں آپ کو دو دو منٹ کے لئے بات کرنے کی پیشگی اجازت دے رہا ہوں۔ اس کے بعد ہم دوسری کارروائی شروع کریں گے۔ اب آپ حلف لینے کے لئے اپنی نشستوں کے سامنے کھڑے ہو جائیں۔

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر نے نو منتخب ممبران میاں خرم جہانگیر وٹو
اور جناب محمد زبیر خان سے بطور ممبر پنجاب اسمبلی کا حلف لیا)

جناب سپیکر: آپ کو مبارک ہو۔ اب آپ حلف نامہ کے رجسٹر پر دستخط ثبت فرمائیں۔

(اس مرحلہ پر نو منتخب معزز ممبران اسمبلی نے حلف نامہ کے رجسٹر پر دستخط ثبت کئے)

جی، میاں صاحب!

میاں خرم جہانگیر وٹو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کا دلی طور پر ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع فراہم کیا اور میرے لئے یقیناً یہ بھی اعزاز کی بات ہے کہ آج میں پنجاب اسمبلی کا ممبر منتخب ہوا ہوں۔ جہاں میں اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہوں وہاں میں اپنے حلقے کی عوام کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے محبت دی، پیار دیا اور اسی کی وجہ سے میں یہاں آج پنجاب اسمبلی کے floor پر موجود ہوں۔ یہ یقیناً ہمارے ووٹروں اور سپورٹروں کی کاوش ہے جس پر میں ان کا دلی طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں یقیناً یہاں اس بات کا اعادہ کروں گا کہ جس طرح سے حلف اٹھایا ہے کہ پنجاب اسمبلی کے جو قوانین ہیں، قانون سازی اور دیگر ضابطے ہیں ان کی پاسداری کروں گا۔ اسمبلی کے قوانین اور ضابطے کو سامنے رکھتے ہوئے بطور اپوزیشن ممبر ہم مثبت تنقید کریں گے اور جہاں جہاں پر بھی حکومت بہتر طریقے سے اپنی کارکردگی دکھائے گی ہم یقیناً اس کی support بھی کریں گے۔ بطور اپوزیشن ممبر انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو ایک مثبت role دیکھنے میں ملے گا۔ میں آپ کا دلی طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں، اپنے

رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور لوگوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں نے پہلے بطور ممبر نیشنل اسمبلی بھی perform کیا اور میں نے تقریباً بیس بائیس قوانین وآئینی ترامیم پیش کی ہیں جن میں سے ایک ڈرون حملے کے خلاف تھی جو ابھی بھی وہاں کی سٹینڈنگ کمیٹی میں موجود ہے۔انشاء اللہ تعالیٰ توقع ہے کہ اس پر کچھ پیشرفت ہو گی۔یہاں پر رہتے ہوئے بھی انشاء اللہ تعالیٰ مثبت طریقے سے معاملات کو چلانے کی پوری پوری کوشش کی جائے گی۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، زبیر خان صاحب!

جناب محمد زبیر خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر! میں سب سے پہلے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے اپنی گزارشات پیش کرنے کا موقع فراہم کیا۔ میں اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں کہ میں اس معزز ایوان کا حصہ بنا۔ میں اپنے عظیم قائدین میاں محمد نواز شریف اور میاں محمد شہباز شریف کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ میں اپنی پوری کوشش کروں گا کہ میں اس معزز ایوان کی عزت میں اضافے کا سبب بنوں۔ میں اپنی پوری توانائیاں اس ملک و قوم اور صوبے کی عوام کی فلاح و بہبود کے لئے صرف کروں گا۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔اب ہم اپنے ایجنڈے پر آتے ہیں۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں اس وقت کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو گا۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! یہ بہت ضروری مسئلہ ہے۔

سوالات

(محکمہ ٹرانسپورٹ)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

جناب سپیکر: آپ کے مسائل تو ہمیشہ ضروری ہوتے ہیں لیکن میں کیا کروں؟ میری بھی مجبوری ہے آپ کو پتا ہے۔اب وقفہ سوالات ہے میں اس کے بعد آپ کو موقع دوں گا۔اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے اور آج کے ایجنڈے پر محکمہ ٹرانسپورٹ سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔پہلا سوال میاں نصیر احمد کا ہے۔

میاں نصیر احمد: شکریہ۔جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 16 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور: دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں کی تفصیلات

*16: **میاں نصیر احمد:** کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور شہر میں اربن ٹرانسپورٹ کی بسوں اور ویگنوں کا سالانہ چیک اپ ہوتا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ سالانہ چیک اپ کے باوجود اربن ٹرانسپورٹ کی بسیں اور ویگنیں دھواں چھوڑتی ہیں اور ماحول کو آلودہ کرتی ہیں؟

(ج) کیا محکمہ ان دھواں چھوڑنے والی بسوں اور ویگنوں کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے نیز اگر کوئی کارروائی کی جاتی ہے تو اس کی تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحید الدین):

(الف) یہ امر قابل ذکر ہے کہ شہر میں تمام پبلک ٹرانسپورٹ کو فٹنس سرٹیفکیٹ موٹر وہیکلز رولز کے تحت فزیکل اور ٹیکنیکل چیک اپ کے بعد جاری کیا جاتا ہے ہر ضلع میں مجاز افسر MVE تعینات ہے جو گاڑیوں کو بمطابق قانون فٹنس سرٹیفکیٹ جاری کرتا ہے اور یہ فٹنس سرٹیفکیٹ چھ ماہ کے لئے جاری کیا جاتا ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ دھواں چھوڑنے والی گاڑیاں شہر میں بے پناہ آلودگی کا باعث بنتی ہیں جو کہ ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی نے ماحول دوست پالیسی پر عمل کرتے ہوئے 350 سی این جی (اے سی) بسوں کو درآمد کیا جس سے لاہور شہر میں اس مسئلہ پر کافی حد تک قابو پایا گیا ہے۔

(ج) لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی محکمہ تحفظ ماحول (حکومت پنجاب) اور ٹرانسپورٹ ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ مل کر دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں کے خلاف عوامی آگاہی مہم کا حصہ ہے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی ماہ جون2013تک تقریباً44800گاڑیوں کے خلاف قانونی کارروائی عمل میں لاچکی ہے جس کے نتیجہ میں کافی حد تک دھواں چھوڑنے والی اور فٹنس مسائل کی شکار پبلک ٹرانسپورٹ پر قابو پایا گیا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میرا سوال شہروں کے اندر اربن ٹرانسپورٹ کے حوالے سے تھا جو ٹرانسپورٹ ماحولیاتی آلودگی کا باعث بن رہی ہے۔اس کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ ضلع میں مجاز آفیسر تعینات ہیں جو گاڑیوں کے مطابق fitness certificate بھی جاری کرتے ہیں اور یہ چھ ماہ کے لئے جاری کئے جاتے ہیں۔اس میں آگے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ پبلک ٹرانسپورٹ کی اوسط عمر تقریباً دس سال ہے۔ میرا وزیر موصوف سے سوال یہ ہے کہ چلیں، دس سال تو ٹھیک ہے کسی نے maintain کر لی اور اس کی مدت دس سے پندرہ سال بھی ہو گئی۔پورے پنجاب کے دیہی اور شہری علاقوں کا یہ مسئلہ ایک جیسا ہی ہے کہ جب دس سے بارہ سال کے بعد۔۔۔

جناب سپیکر: یہ ضمنی سوال ہے یا آپ کوئی نئی تجویز دے رہے ہیں؟

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! یہ ضمنی سوال ہے لیکن ذرا وضاحت سے کر رہا ہوں تاکہ باقی سوال نہ کرنے پڑیں۔

جناب سپیکر: دیکھیں، میری بات سنیں۔آپ ضمنی سوال کریں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ دس سال کے بعد جب وہ ٹرانسپورٹ روڈ پر چلنے کے قابل نہیں رہتی تو ان کو روڈ سے ہٹانے کے لئے کیا بندوبست کئے جاتے ہیں تاکہ وہ بس روڈ پر نہ چل سکے؟

جناب سپیکر: جی، محترمہ! جو بسیں دس سال تک چل چکی ہوتی ہیں اور اگر پھر بھی وہ روڈ پر رہیں تو ان کا پھر آپ کے پاس کیا علاج ہے؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحید الدین): جناب سپیکر! سب سے پہلا سوال تو یہ ہے کہ سالانہ چیک اپ کے حوالے سے۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، ان کے سوال کو آپ چھوڑ دیں، جو انہوں نے دس سال کی بات کی ہے اس کا جواب دے دیں۔لمبی بات آپ بھی نہ کریں، مہربانی۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! ایک تو سالانہ چیک اپ کے حوالے سے یہ ہے کہ سالانہ نہیں بلکہ یہ چیک اپ ہر چھ مہینے کے بعد ایک دفعہ کرتے ہیں اور باقاعدہ یہ fitness certificate سال میں دو دفعہ جاری کیا جاتا ہے۔ fitness certificate جاری کرنے کے علاوہ باقاعدہ اس ٹرانسپورٹ پر مہر بھی لگائی جاتی ہے تاکہ پتا چلے کہ fitness certificate جاری کیا گیا ہے اور باقاعدہ محکمہ ٹرانسپورٹ کے پاس ریکارڈ بھی موجود ہے جو چیک بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی fitness certificate کے باوجود کوئی گاڑی دھواں چھوڑتی ہے یا ماحول کی آلودگی کا سبب بنتی ہے اس کی کوئی اور وجوہات بھی ہیں جس طرح۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! وہ صرف یہ پوچھ رہے ہیں کہ اگر وہ بس دس سال پوری کر لے اور اس کے بعد اگر وہ روڈ پر آئے تو اس کا آپ کے پاس کیا علاج ہے؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! محکمہ ٹرانسپورٹ کے پاس باقاعدہ ایک انسپکشن ٹیم ہے جو گاڑیاں چیک کرتی ہے، پرانی گاڑیوں کے باقاعدہ چالان کئے جاتے ہیں اور ان کو بند کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میں اس سوال کو یہیں wind up کرتا ہوں اور گزارش یہ کرنا چاہ رہا ہوں کیونکہ پچھلی بار بھی یہ بات بہت زیر بحث رہی ہے۔ یہ بسیں جو روڈ پر چلتی ہیں یہ چلتے پھرتے ماحول کی دشمن ہیں۔ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ منسٹر صاحبہ کو یہ فرمادیں کہ اگلے اجلاس تک یہ ہمیں کم از کم کوئی پالیسی وضع کر دیں کہ چالیس چالیس، پچاس پچاس سال پرانی گاڑیاں روڈ پر چلتی ہیں ان کے بارے میں واضح پالیسی بنا کر بتایا جائے کہ ان کو کیسے ہٹایا جائے گا؟ یہ بسیں نہ صرف ماحول کو خراب کرتی ہیں بلکہ ٹریفک حادثات کا بھی باعث بنتی ہیں۔ ان کے لئے کوئی واضح پالیسی کا ہونا بہت ضروری ہے۔ محکمہ کے پاس کوئی پلان ہے تو وہ بتایا جائے اگر نہیں ہے تو اگلے اجلاس سے پہلے اس ایوان کو ضرور آگاہ کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحبہ!

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! ایک تو گورنمنٹ کی طرف سے کوئی اس قسم کی پابندی نہیں ہے کہ دس سال کے بعد ان کو روٹ چھوڑنا پڑے گا یا ان کو fitness

certificate نہیں ملے گا۔ عموماً دس سال کی مدت ہے لیکن اگر دس سال کے بعد بھی گاڑیاں صحیح ہیں اور وہ روڈ پر چل سکتی ہیں تو گورنمنٹ ان کو fitness certificate جاری کر دیتی ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! Fitness certificate کے دس سال ہوئے، گاڑی مالکان نے maintenance کرا لی بارہ یا پندرہ سال ہو گئے تو یہ بڑی عجیب بات ہے اور محکمے کی بے بسی کی انتہا ہے کہ ان کے پاس پالیسی نہیں ہے کہ پندرہ سال کے بعد ہم نے کرنا کیا ہے؟ میں یہ گزارش کروں گا کہ دس، پندرہ اور بیس۔۔۔

جناب سپیکر: آپ ایسے کریں کہ اس میں کوئی legislation کروائیں تو بہتر نہیں ہے؟

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! اس میں legislation کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر اس میں محکمہ اور منسٹر صاحب مل جائیں تو یہ simply پالیسی بنانی ہے اور ایک time fix کرنا ہے کہ پندرہ یا دس سال کے بعد گاڑیاں روڈ پر نہیں آ سکتیں۔ جب پوری دنیا میں ایک انٹرنیشنل rule پانچ سال ہے تو ہم نے دس سال کر دیا۔ چلیں ہم دس سال چھوڑ دیتے ہیں اور پندرہ سال کر لیتے ہیں لیکن پندرہ سال کے بعد اس مسئلے کے حل کے لئے کوئی نہ کوئی پالیسی ہونی چاہئے اور اس میں legislation کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ آپس میں کم از کم مل بیٹھ کر ایک time frame fix کر لیں کہ پندرہ سال کے بعد وہ بسیں سڑکوں پر نہیں آئیں گی۔ ان بسوں کو روکنا کوئی مشکل کام نہیں ہے محکمہ کے پاس اپنے اختیارات موجود ہیں کہ وہ بسوں کو روک سکتے ہیں اس کے لئے میری گزارش ہے اگلے سیشن سے پہلے یہ ضرور بتائیں کہ پندرہ، بیس یا تیس سال کا کوئی time frame تو دیں؟ یہ بے مہار تو چھوڑا نہیں جا سکتا کہ جب دل چاہے سڑکوں پر گاڑیاں لے آئیں یا پچاس سال بسیں چلتی رہیں۔

جناب سپیکر: کچھ ایسے بھی صاحبان ہیں جو چالیس سال کی پرانی گاڑیاں رکھتے ہیں۔ وہ آپ اور میری عمر سے زیادہ کی گاڑیاں اپنے طور پر رکھتے ہیں۔ اگر وہ maintain رکھتے ہیں اور اس کا certificate لے لیتے ہیں۔۔۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! اس پر انٹرنیشنل لاء پانچ سال کا ہے۔ ہم تو کہہ رہے ہیں آپ ادھر ڈبل اور تین گنا ٹائم دے دیں لیکن یہ تو ممکن نہیں ہے کہ پوری دنیا جو ایک rules follow کر رہی ہے اور ہم ان سے ہٹ کر یعنی چالیس سال والی گاڑی یہاں پر چلا رہے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنی پرسنل گاڑیاں رکھی

ہوئی ہیں وہ دو سو سال چلیں تو ہمیں ان پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن جو پبلک ٹرانسپورٹ اربن ایریا میں چلتی ہے اس کے لئے کوئی نہ کوئی rules and regulations بنانے پڑیں گے؟

جناب سپیکر: جی، یقیناً ہوں گے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! منسٹر صاحبہ اقرار کر چکی ہیں کہ اس بارے میں ہمارے پاس کوئی پالیسی ہے اور نہ ہی ہمیں پابند کیا گیا ہے کہ ہم نے کوئی ٹائم فریم مقرر کرنا ہے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ یہ ہر دفعہ سوال آتا ہے اور کم از کم اگلے سیشن سے پہلے یہ ضرور بتائیں کہ ہم نے کرنا کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحبہ!

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! اوّل تو یہ ہے کہ چونکہ دس سال سے جو پرانی گاڑیاں ہیں وہ بھی motor contusion ہیں اس طرح سڑکوں سے تمام گاڑیاں ہٹائی نہیں جا سکتیں لیکن اگر میاں نصیر احمد صاحب چاہتے ہیں کہ کچھ مقررہ مدت کے بعد ان گاڑیوں پر پابندی لگنی چاہئے تو پھر اگلے سیشن تک انشاء اللہ تعالیٰ ان کی تجویز پر غور کر کے آپ کو بتائیں گے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے؟

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ اپنی سیٹ تبدیل کر لیں کیونکہ میرے خیال میں آپ کا مائیک تھوڑا سا ٹھیک نہیں ہے۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! میں یہیں پر ٹھیک ہوں۔

جناب سپیکر: اچھا آپ یہیں بیٹھنا چاہتی ہیں تو ٹھیک ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! سوال نمبر 16 کے جز (ج) کا جواب ذرا موصوفہ صاحبہ پڑھ کر سنا دیں کہ اس کا مطلب کیا نکلتا ہے؟

جناب سپیکر: اس پر ruling آ چکی ہے میں نے کہہ دیا ہے کہ پڑھا ہوا تصور کر لیا جائے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! چلیں ٹھیک ہے۔ اب میں ضمنی سوال کر رہا ہوں۔ اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی محکمہ تحفظ ماحول اور ٹرانسپورٹ ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ مل

کر دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں کے خلاف عوامی آگاہی مہم کا حصہ ہے۔ کوئی سمجھ نہیں آتی کہ کون کس کا حصہ ہے؟آپ نے تو رولنگ دے دی ہے لیکن گزارش یہ ہے کہ انہوں نے دھواں اور آلودگی کے حوالے سے جز(ب) میں کہا ہے کہ ہم نے 350 سی این جی بسیں درآمد کی ہیں جس سے لاہور شہر میں مسئلے پر کافی حد تک قابو پالیا ہے تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اب تو سی این جی مل ہی نہیں رہی اور تین تین دن سی این جی نہیں ملتی توان بسوں کو چلانے کے حوالے سے کیاalternativeبندوبست ہے؟

جناب سپیکر: جی، وہ کہہ رہے ہیں اور بقول ان کے کہ سی این جی تو ملتی نہیں تو آپ نے ان بسوں کا کیا alternativeبندوبست کیا ہے لیکن میرے خیال میں ان گاڑیوں کو تو سی این جی ملتی ہو گی۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! ان کے لئے specific arrangement ہے۔

جناب سپیکر: جی، میں منسٹر صاحبہ سے پوچھتا ہوں۔ آپ تشریف رکھیں۔ جی، وزیر موصوفہ!

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ سی این جی کے لئے مخصوص دن مقرر کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ آلودگی کو ختم کرنے کے لئے جس طرح میں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ اگر کوئی انجن کمزور ہے یا موبل آئل چینج نہیں ہوتا اور اوور لوڈ کی وجہ سے گاڑیاں دھواں وغیرہ چھوڑتی ہیں تو اس کے لئے باقاعدہ انسپکشن ٹیم بنائی گئی ہے۔ ہم ان گاڑیوں کو پکڑ رہے ہیں اور ان کو سڑک پر چلنے نہیں دے رہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا سوال کچھ اور ہے جواب کچھ اور ہے؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! اچھا میں بتاتی ہوں کہ سی این جی کے حوالے سے ہفتے میں جمعہ سے اتوار تک دن مقرر کئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: وہ کہتی ہیں کہ ہم جمعہ سے اتوار تک کا انتظام مکمل کر کے رکھتے ہیں۔

جناب محمد ارشد ملک (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: شاہ جی، ان کو بھی ضمنی سوال کر لینے دیں۔ محترم بڑی مشکل سے کھڑے ہوئے ہیں۔ جی، فرمائیں!

جناب محمد ارشد ملک (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! شکریہ۔ میاں نصیر احمد صاحب کا سوال بڑاvalid تھا کہ ٹرانسپورٹ میں بسوں اور ویگنوں کا سالانہ چیک اپ کیسے ہوتا ہے؟ جواب میں آیا ہے کہ موٹر وہیکل

ایگزامینرز ہر ضلع میں تعینات ہیں اور وہ چیکنگ کرتے ہیں تو میرا اس پر ضمنی سوال یہی ہے کہ کسی بھی ضلع میں ان کی کوئی چیکنگ نہیں ہوتی جو بھی فیس دیتا ہے وہ گھر بیٹھے۔۔۔

جناب سپیکر: یہ ضمنی سوال نہیں بنتا۔This is no supplementary question. Thank you.

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! ضمنی سوال۔۔۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! اس سوال کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی ماہ جون 2013 تک تقریباً 44800 گاڑیوں کے خلاف قانونی کارروائی عمل میں لا چکی ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ قانونی کارروائی صرف جرمانہ تھا یا ان گاڑیوں کو off road کر دیا گیا کہ جب تک unless to fit نہ ہوں۔ قانونی کارروائی کے مطابق صرف جرمانہ کیا گیا ہے یا ان گاڑیوں کو off road کیا گیا ہے کہ جب تک وہ fit نہ ہوں روڈ پر نہ آئیں۔

جناب سپیکر: یہ مختلف چیزیں ہوں گی، درمیان میں کہیں جرمانہ ہوگا اور کہیں بند کر دیا ہوگا۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! جی، ایسا ہی ہے۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! اگر گاڑیاں دھواں چھوڑ رہی ہوں گی تو جرمانہ کیا گیا ہوگا تو میرے خیال میں جرمانے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! گاڑیوں کا چالان بھی کرتے ہیں اور road off بھی کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، بالکل ٹھیک ہے۔ Very good. Thank you اب اگلا سوال میاں محمد اسلم اقبال صاحب کا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! On his behalf. (معزز ممبر نے میاں محمد اسلم اقبال کے ایما ء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا)

جناب سپیکر: جی، On his behalf, question No. بولئے گا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! سوال نمبر 96 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور: میٹرو بس کے بجٹ، سٹاف اور متعلقہ دیگر تفصیلات

*96: میاں محمد اسلم اقبال: کیا وزیر ٹرانسپورٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) مالی سال 13-2012 کے میٹرو بس کے ٹوٹل بجٹ کی تفصیلات بیان فرمائیں؟

(ب) یہاں پر کتنے ملازمین کام کر رہے ہیں، ان کی تفصیلات مع ڈومیسائل ایوان کو آگاہ کریں؟

(ج) روزانہ کل کتنے مسافر سفر کرتے ہیں اور حکومت اس پراجیکٹ پر کتنی سبسڈی دے رہی ہے؟

(د) اس روٹ پر چلنے والی میٹرو کی کل کتنی بسیں عوام کو سفری سہولیات فراہم کر رہی ہیں؟

(ہ) اس کی آمدنی اور اخراجات سے ایوان کو آگاہ کریں؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحید الدین):

(الف) پنجاب میٹرو بس اتھارٹی کو ملنے والی کل بجٹ گرانٹ برائے مالی سال (13-2012) کی رقم 1125 ملین روپے ہے۔ بجٹ گرانٹ، متعلقہ اخراجات اور آمدنی کی تفصیل ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) پنجاب میٹرو بس اتھارٹی میں کام کرنے والے ملازمین کی تعداد 50 ہے مکمل تفصیل ضمیمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) میٹرو بس پر روزانہ سفر کرنے والے افراد کی اوسط تعداد 1,18,120 ہے اور حکومت اس پراجیکٹ کی آپریشنل سبسڈی تقریباً 14.4 کروڑ روپے ماہانہ ادا کر رہی ہے۔ اس میں میٹرو بس اتھارٹی اور دیگر اداروں کی طرف سے کی جانے والی ماہانہ ادائیگیوں کی رقوم شامل ہیں۔

(د) اس روٹ پر کل 45 میٹرو بسیں عوام کو سفری سہولیات فراہم کر رہی ہیں۔

(ہ) آمدنی و اخراجات کی تفصیل ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: جی، ضمنی سوال بولیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! اس میٹرو بس سروس کی 14.4 کروڑ روپے آپریشنل سبسڈی ہے جو اس ملک کے غریب عوام پر بوجھ ڈالا گیا ہے یہ کب تک دی جاتی رہے گی اور کب تک محکمہ کا پلان ہے کہ یہ میٹرو بس اپنے پیروں پر خود کھڑی ہو جائے گی؟

جناب سپیکر:اگر کسی غرباء کے لئے کوئی اچھا ہو گیا ہے، جی، وزیر موصوفہ!

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ(محترمہ حمیدہ وحیدالدین):جناب سپیکر! ساڑھے چودہ کروڑ روپے کی سبسڈی ماہانہ ہے کیونکہ یہ 2012 سے2013 تک کی سبسڈی ہے اور آپ کو پتا ہے کہ جس وقت inauguration ہوئی تھی تو کچھ عرصہ یہ بسیں فری چلائی گئی تھیں۔اب انشاء اللہ تعالیٰ اس کی ڈیمانڈ بڑھ رہی ہے اور جوں جوں وقت گزرے گا تو ریونیو بڑھتا جائے گا اور سبسڈی میں کمی آتی جائے گی۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر:جناب سپیکر! میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس پورے پراجیکٹ پر کتنی لاگت آئی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وہ پوچھ رہے ہیں کہ اس پر لاگت کتنی آئی ہے؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ(محترمہ حمیدہ وحیدالدین):جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ یہ fresh question بنتا ہے۔اس کا جواب next session میں انشاء اللہ تعالیٰ دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: چلیں! آپ رہنے دیں مہربانی۔جی، اگلا سوال میاں نصیر احمد صاحب کا ہے۔

میاں نصیر احمد:جناب سپیکر! سوال نمبر114 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

صوبہ میں خواتین کے لئے علیٰحدہ ٹرانسپورٹ چلانے کا معاملہ ودیگر تفصیلات

*114: میاں نصیر احمد: کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ پنجاب میں پبلک اربن ٹرانسپورٹ میں خواتین کے بیٹھنے کے لئے سیٹوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ دور جانے والی خواتین سواریوں کو بٹھایا ہی نہیں جاتا؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت خواتین کی آسانی کے لئے کوئی علیٰحدہ ٹرانسپورٹ چلانے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین):

(الف) درست صورتحال یہ ہے کہ اربن بسوں میں نشستوں کی مقرر شدہ تعداد 39 ہے ان میں سے خواتین کے علیٰحدہ کمپارٹمنٹ میں خواتین مسافروں کے لئے 11 نشستیں مخصوص ہیں اور اتنی ہی تعداد میں خواتین مسافر کھڑی ہو کر بآسانی سفر کر سکتی ہیں۔

(ب) اربن ٹرانسپورٹ بسیں اپنے مقررہ روٹ پر مقرر شدہ اوقات کے مطابق چلتی ہیں لہذا کسی بھی مسافر کو خواہ کم فاصلہ یا طویل فاصلے کا سفر درکار ہو انکار نہیں کیا جاتا اور اس ضمن میں کسی مسافر خاتون سے اس قسم کی کوئی شکایت ابھی تک سامنے نہیں آئی ہے۔

(ج) حکومت پنجاب نے گزشتہ سالوں میں وقتاً فوقتاً مسافر خواتین کے لئے علیٰحدہ بس سروس کا آغاز کیا تھا لیکن ان مخصوص بسوں میں خواتین مسافروں کی تعداد نشستوں کی تعداد کے لحاظ سے بہت کم تھی جو کہ مالی خسارے کا سبب بن رہی تھی البتہ اس وقت بھی چند (Pink) کلر کی بسیں خواتین مسافروں کے لئے رش کے اوقات میں چلائی جا رہی ہیں۔ مزید برآں حکومت پنجاب ٹرانسپورٹ کے شعبہ خصوصاً اربن ایریاز میں جدید ماڈل، معیاری اور آرام دہ بسوں کے لئے کوشاں ہے تاکہ پنجاب کے بڑے شہروں میں معیاری بس سروس کی سہولت میسر ہونے ٹرانسپورٹ کے درپیش مسائل کو کم کرنے میں مدد ملے۔

جناب سپیکر: جی، ضمنی سوال بولیں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! یہ بارہا دفعہ جواب آیا ہے اور اس میں تھوڑا سا ابہام پیدا ہو رہا ہے۔ یہ پبلک اربن ٹرانسپورٹ سے متعلق سوال ہے اس میں، میں یہ پوچھنا چاہ رہا ہوں کہ پبلک اربن ٹرانسپورٹ سے کیا مراد ہے؟ میں نے جز (الف) کے بارے میں سوال کیا ہے۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحید الدین): جناب سپیکر! پبلک اربن ٹرانسپورٹ کا مطلب یہ ہے کہ اربن ایریاز میں جو ٹرانسپورٹ چلتی ہے بلکہ میرے خیال میں یہ specifically لاہور کے بارے میں کہا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ اگلا ضمنی سوال کریں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! سوال کے جز (الف) میں یہ پوچھا گیا تھا کہ "کیا یہ درست ہے کہ صوبہ پنجاب میں پبلک اربن ٹرانسپورٹ میں خواتین کے بیٹھنے کے لئے سیٹوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے؟

اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ "درست صورتحال یہ ہے کہ اربن بسوں میں نشستوں کی مقرر شدہ تعداد39ہے ان میں سے خواتین کے علیٰحدہ کمپارٹمنٹ میں خواتین مسافروں کے لئے 11 نشستیں مخصوص ہیں۔" میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ان بسوں میں39اور11کی ratio کس بنیاد پر رکھی گئی ہے؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحید الدین): جناب سپیکر! ایک تو یہ ہے کہ خواتین کی 30فیصد نمائندگی ہے اور اس کے علاوہ اگر بسوں میں کل 39 نشستیں ہیں تو اس میں سے 11 نشستیں خواتین کے لئے رکھی گئی ہیں جبکہ 11 خواتین کھڑے ہو کر بھی جا سکتی ہیں لہذا 11 اور 11 یعنی 22 نشستیں خواتین کے لئے ہیں۔ خواتین کے سفر کرنے کی ratio کم ہے اس لئے ہم نے اسے30فیصد رکھا ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میری اس میں چھوٹی سی گزارش یہ ہے کہ یقیناً ماضی میں اسی طرح ہوتا رہا ہے لیکن اب شہروں میں آپ نے بھی غور کیا ہو گا کہ صورتحال بالکل مختلف ہے جو مرد حضرات ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں آپ کا حلقہ بھی آتا ہے، آپ میٹرو بس پر بیٹھ کر آتے ہوں گے۔ مجھے ایسا لگتا ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! آپ نے بالکل ٹھیک فرمایا ہے میرے گھر کے سامنے بس سٹاپ ہے اس لئے میں آپ سے شیئر کرنا چاہتا ہوں اور آپ کے علم میں بھی لانا چاہتا ہوں کہ روز گزرتے ہوئے میں یہ دیکھتا ہوں کہ بس سٹاپ پر خواتین بہت زیادہ تعداد میں موجود ہوتی ہیں۔ ہمارے مرد حضرات چونکہ موٹر سائیکل اور گاڑیاں استعمال کرتے ہیں لیکن ہمارے یہاں خواتین موٹر سائیکل بھی نہیں چلاتیں اور normally گاڑیاں بھی نہیں چلاتیں تو یہ جو11اور39کی ratio ہے یہ تقریباً15یا20فیصد بنتی ہے اگر آبادی سے compare کیا جائے۔

جناب سپیکر: آپ یہ تو نہ کہیں کہ گاڑیاں نہیں چلاتیں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! گاڑیاں چلانے کی ratio بہت کم ہے اور کم از کم موٹر سائیکل تو کوئی خاتون نہیں چلاتی لہذا میں ان سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو ہم نے روایتی تفریق اور تقسیم کی ہوئی ہے اس بارے میں ان کی کوئی پالیسی ہے کہ کم از کم اربن ایریاز میں یہ نشستیں 11 سے بڑھا کر 25 سے 40 تک کر دی جائیں، ان کا اس طرح کا کوئی پروگرام ہے؟

جناب سپیکر: جی، آپ کی تجویز پر وہ یقیناً عمل کریں گے، آپ کی مہربانی۔

محترمہ لبنیٰ فیصل: جناب سپیکر! میں ایک ضمنی سوال کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ! آپ بھی ضمنی سوال کر لیں۔

محترمہ لبنیٰ فیصل: جناب سپیکر! جواب میں بتایا گیا ہے کہ چند pink colour کی بسیں خواتین مسافروں کے لئے رش کے اوقات میں چلائی جا رہی ہیں۔ بتایا جائے کہ لاہور کے کن کن routes پر چلائی جاتی ہیں، نیز کتنے وقت سے لے کر کتنے وقت کے لئے چلائی جاتی ہیں، رش کے اوقات کیا ہیں، کیا حکومت لاہور کے تمام routes پر pink colour کی بسیں چلانے کا ارادہ رکھتی ہے؟ شکریہ

جناب سپیکر: ان کا سوال ہے کہ یہ جو آپ کی pink ٹرانسپورٹ ہے اس کے اوقات بتادیں اور وہ تو ان کے routes بھی مانگ رہی ہیں۔ محترمہ! routes شاید وہ نہ بتا سکیں لیکن اوقات ضرور بتادیں گی۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحید الدین): جناب سپیکر! pink colour کی بسیں تین routes پر چلائی جاتی ہیں۔ 1. B-33 2. B-12-(A) 3. B-22

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ جی، عارف عباسی صاحب!

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! جواب کے جز (ج) میں لکھا ہے کہ "حکومت پنجاب ٹرانسپورٹ کے شعبہ خصوصاً اربن ایریاز میں جدید ماڈل، معیاری اور آرام دہ بسوں کے لئے کوشاں ہے تاکہ پنجاب کے بڑے شہروں میں معیاری بس سروس کی سہولت میسر ہونے اور ٹرانسپورٹ کے درپیش مسائل کو کم کرنے میں مدد ملے۔" میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ موجودہ مالی سال میں اس منصوبہ میں ان بسوں کے لئے کتنا بجٹ رکھا گیا ہے اور کون کون سے اضلاع میں نئی ماڈل کی بسیں چلانے کا پروگرام ہے؟

جناب سپیکر: کون کون سے اضلاع میں بسیں چلانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

جناب محمد عارف عباسی: جی، اس کے علاوہ یہ بھی بتادیں کہ اس کے لئے کوئی بجٹ بھی رکھا گیا ہے یا صرف ہمیں ایسے ہی بتادیا ہے کہ ہم بسیں چلانا چاہتے ہیں؟

جناب سپیکر: ویسے یہ fresh question بنتا ہے لیکن ہم پوچھ لیتے ہیں۔

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: جناب سپیکر! میرا بھی ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ! آپ بھی ضمنی سوال کر لیں۔

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: جناب سپیکر! انہوں نے صرف روٹ نمبر بتائے ہیں اس سے علاقوں کا نہیں پتا چلتا اگر یہ علاقوں کے نام بھی بتادیں تو زیادہ مناسب ہو گا؟

جناب سپیکر: میرے خیال میں آپ وہ علیحدہ سے پوچھ لیں، ایسے embarrass نہ کریں۔ آپ کی مہربانی۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! میں علاقوں کے نام بتادیتی ہوں۔ امر سندھو سے واہگہ، سٹیشن سے باگڑیاں، اور ٹھوکر سے واہگہ۔

جناب سپیکر: چلیں، مہربانی۔ اگلا سوال محترمہ عائشہ جاوید صاحبہ کا ہے، سوال نمبر بولئے گا۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! شکریہ۔ سوال نمبر 342 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور: گاڑیوں کے فٹنس سرٹیفکیٹ و دیگر تفصیلات

*342: محترمہ عائشہ جاوید: کیا وزیر ٹرانسپورٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پبلک ٹرانسپورٹ کے مالکان کو اپنی گاڑیوں کا سالانہ یا ششماہی Fitness Certificate لینا ہوتا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ شہروں میں بسوں اور ویگنوں کو روٹ پرمٹ جاری کرتے وقت سڑکوں کی چوڑائی کو مدنظر رکھا جاتا ہے نیز لاہور میں چلنے والی بسوں کے نمبر اور ان کے مکمل روٹ (سٹاپ کے لحاظ سے تفصیل ایوان میں فراہم کی جائے)؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ پبلک ٹرانسپورٹ میں استعمال ہونے والی بسوں، منی بسوں اور ویگنوں کو ایک خاص مدت کے بعد بطور پبلک ٹرانسپورٹ استعمال سے روک دیا جاتا ہے، اگر جواب ہاں میں ہے تو کتنی مدت کے بعد روکا جاتا ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین):

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے شہر میں تمام پبلک ٹرانسپورٹ کو فٹنس سرٹیفکیٹ ٹرانسپورٹ ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے جاری ہوتا ہے جس میں موٹر وہیکل ایگزامینر گاڑی کا مکمل چیک اپ کرنے کے بعد چھ ماہ کے لئے فٹنس سرٹیفکیٹ جاری کرتا ہے۔

(ب) لاہور شہر میں بسوں اور ویگنوں کا روٹ شروع کرنے سے پہلے مطلوبہ آلائنمنٹ کا مکمل سروے کیا جاتا ہے جس میں لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کا پلاننگ ڈیپارٹمنٹ مختلف تکنیکی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی خاص خیال رکھتا ہے کہ مطلوبہ روٹ پر روڈ کی مناسبت سے کون سی پبلک ٹرانسپورٹ بہتر طور پر چلائی جاسکتی ہے۔ تمام آپریشنل routes اور روٹ آلائنمنٹ کی مکمل تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) پبلک ٹرانسپورٹ میں استعمال ہونے والی بس کی اوسط عمر 10 سال ہوتی ہے لیکن مناسب دیکھ بھال اور ریپیئرنگ کے ساتھ بس کی عمر میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ موٹر وہیکل ایگزامینر پبلک ٹرانسپورٹ میں استعمال ہونے والی بس، منی بس، ویگن اور رکشا کو اس وقت فٹنس سرٹیفکیٹ جاری کرے گا جب مطلوبہ گاڑی مکمل طور پر فٹنس کے معیار پر پورا اترتی ہو گی۔ فٹنس سرٹیفکیٹ کے حصول کے بعد ہی مطلوبہ گاڑی کو روٹ پر چلنے کے لئے روٹ پرمٹ جاری کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال ہے؟

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! جز (الف) کے جواب میں محکمہ نے یہ کہا ہے کہ واقعی فٹنس سرٹیفکیٹ لیا جانا ضروری ہے اور مکمل چھ ماہ بعد جاری کیا جاتا ہے۔ میرا یہ ضمنی سوال ہے کہ جو حادثات ہوتے ہیں جیسے مئی کے مہینے میں ایک بہت ہی گھناؤنا اور ہولناک حادثہ پیش آیا تھا جس میں سکول کی وین میں آگ لگ گئی تھی جس کی بنیادی وجہ فٹنس سرٹیفکیٹ نہ ہونا تھا۔ منسٹر صاحبہ بتانا پسند کریں گی کہ اُن کے سامنے جو ایسے cases آتے ہیں کیا محکمہ اس پر کارروائی کرتا ہے اگر اس پر ابھی تک کوئی کارروائی کی گئی ہے تو بتائیں؟

جناب سپیکر: وہ تو کیس رجسٹرڈ ہوا ہو گا۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! میرا منسٹر صاحبہ سے گاڑیوں کے فٹنس سرٹیفکیٹ کے حوالے سے سوال ہے۔ جواب دینا چاہیں تو ٹھیک ہے نہیں تو میں اگلا ضمنی سوال کر لیتی ہوں۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! فٹنس سرٹیفکیٹ کے حوالے سے پہلے بھی میاں نصیر احمد صاحب کی طرف سے سوال تھا میں اس کا جواب دے چکی ہوں کہ سال میں

دو دفعہ فٹنس سرٹیفکیٹ جاری کیا جاتا ہے اور اگر کوئی گاڑی ناقص ہے تو اس کے لئے انسپکشن ٹیم بنی ہوئی ہے اس کا باقاعدہ چالان کیا جاتا ہے اور اس کو off road کیا جاتا ہے۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! میرا یہ سوال تھا کہ ان کو check کرنے کا کوئی معیار ہے، اگر ہے تو اس کا کیا طریق کار ہے اور جو حادثات پیش آتے ہیں کیا ان پر کوئی کارروائی ہو رہی ہے؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحید الدین): جناب سپیکر! انہوں نے فٹنس سرٹیفکیٹ کے حوالے سے پوچھا تھا اس میں یہ ہے کہ اگر کوئی شکایت آتی ہے تو ہم باقاعدہ اس گاڑی کو off road کرتے ہیں اور اس کو بند کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، اگلا ضمنی سوال کریں۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز (ب) میں بتایا گیا ہے کہ "تمام آپریشنل routes اور روٹ الائنمنٹ کی مکمل تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔" اس میں دو بہت اہم routes ہیں جس میں، میں اسلام پورہ کا ذکر کرنا چاہوں گی کہ اس میں اسلام پورہ اور ساندہ کا روٹ شامل ہی نہیں کیا گیا جبکہ وہ بہت گنجان آباد علاقہ ہے وہاں روٹ نمبر 1 اور روٹ نمبر 3 پر بس چلتی تھی یہ بس بند کر دی گئی ہے، کیا یہ اس کی کوئی وجہ بتانا پسند کریں گی؟ اس تفصیل میں انہوں نے ان علاقوں کا ذکر نہیں کیا ہے حالانکہ یہ لاہور کے بہت گنجان آباد علاقے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، وہ اسلام پورہ کے بارے میں پوچھ رہی ہیں کہ جو روٹ نمبر 1 اور 3 پر بس چل رہی تھی وہ بند ہو گئی ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحید الدین): جناب سپیکر! جس سڑک کا عائشہ صاحبہ نے ذکر کیا ہے وہ چھوٹی سڑک ہے وہاں بس نہیں چل سکتی وہ ویگن کا روٹ ہے۔ اگر یہ سمجھتی ہیں کہ main road ہے تو دوبارہ check کروایا جا سکتا ہے اور اگر مناسب ہوا تو ہم ان کی تجویز پر عمل بھی کریں گے۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب سپیکر! میری اطلاع کے مطابق اس جگہ اب ویگن بھی نہیں چل رہی۔ میں محکمہ کی اطلاع کے لئے عرض کر دوں اور ان کو معلوم بھی ہو گا کہ اس وقت روٹ نمبر 1 اور 3 پر ویگن بھی نہیں چل رہی ہے۔

جناب سپیکر: جی، محکمہ کو ہدایت کریں کہ فوری طور پر وہاں پر ٹرانسپورٹ چلوائیں۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جی، بالکل ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: جی، وہ فوری چلوادیتی ہیں۔آپ کی مہربانی۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: ابھی تو شاید محترمہ اور ضمنی سوال کر رہی ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! وہ بیٹھ گئی ہیں۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے، آپ ضمنی سوال کر لیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پبلک سروس وہیکل کی تعداد اس وقت بہت زیادہ ہے۔ میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ لاہور میں کتنے موٹر وہیکل ایگزامینرز موجود ہیں کیونکہ چھ چھ مہینے بعد انہیں certification کرنی ہوتی ہے۔ یہ بتادیں کہ لاہور میں کتنے موٹر وہیکل ایگزامینرز اس کام کو کرتے ہیں؟

جناب سپیکر: موٹر وہیکل ایگزامینرز کی تعداد ان کو بتادیں۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحید الدین): جناب والا! لاہور میں اس وقت کل تین ایگزامینرز ہیں۔

جناب سپیکر: صرف تین؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جی، تین ہیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! ٹرانسپورٹ کی تعداد کے مطابق موٹر وہیکل ایگزامینرز کی تعداد تین انتہائی ناکافی ہے۔ جواب میں تو لکھا ہوا ہے کہ ہر چھ ماہ بعد Fitness Certification ہوتی ہے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ کوئی certification نہیں ہوتی اس لئے میری تجویز یہ ہے کہ کیا محکمہ اس تعداد کو بڑھانے پر غور کر سکتا ہے تاکہ timely یہ سب کچھ ہو جائے؟

جناب سپیکر: وہ پوچھ رہے ہیں کہ کیا محکمہ ان کی تعداد بڑھانے پر غور کر سکتا ہے؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحید الدین): جناب والا! انشاءاللہ ان کی تجویز پر غور کریں گے۔

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب والا! یہاں پر چونکہ گاڑیوں کی fitness کا تو ذکر ہو رہا ہے، کیا میں یہ سوال کر سکتی ہوں کہ جو ڈرائیور حضرات ہوتے ہیں ان کی fitness، ان کی qualification یا ان کی capability پر بھی محکمہ ٹرانسپورٹ نے کوئی معیار مقرر کیا ہوا ہے کیونکہ majority of accidents drivers کی غلطی کی وجہ سے ہوتے ہیں؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب والا! انہوں نے کیا فرمایا ہے؟

جناب سپیکر: محترمہ! یہاں پر جو ضمنی سوال ہوتے ہیں ان کو غور سے سنا کریں اور پھر اس کے بعد جواب دیا کریں۔ جو سوال انہوں نے کیا ہے کیا وہ آپ نے سنا ہے؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): سُن کے ہی تو میں ان سے سوال پوچھ رہی تھی۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ ایسی بات نہ کریں کیونکہ آپ آج پہلی دفعہ جواب دے رہی ہیں۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): ٹھیک ہے۔

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب والا! کمپنیوں کی طرف سے جو drivers employ کئے جاتے ہیں ان کی fitness یا ان کی capability کو check کرنے کے لئے بھی کوئی معیار مقرر کیا گیا ہے، ان کے لئے کوئی rules and regulations موجود ہیں، ان کے لئے duty hours مقرر کئے گئے ہیں یا نہیں کیونکہ majority of accidents drivers کی غفلت کی وجہ سے ہی ہوتے ہیں؟

جناب سپیکر: میرے خیال میں fitness کے بغیر تو کسی کو driving کی اجازت دیتے ہی نہیں ہوں گے۔ محترمہ! اس پر کچھ فرمائیں گی؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): روٹ پر چلنے والی گاڑیوں کے جتنے ڈرائیور ہیں ان کے لئے محکمہ ٹرانسپورٹ کی طرف سے باقاعدہ ٹریننگ سنٹر کا بندوبست کیا گیا ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: مجھے خود سمجھ نہیں آئی میں ان کو کیا بتاؤں؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب والا! کیا آپ کو اس وقت میری آواز آ رہی ہے؟

جناب سپیکر: محترمہ! آپ دوسرا مائیک لے لیں، مجھے تو آپ کی آواز ہی نہیں آ رہی۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحید الدین): جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔ایک بات تو یہ ہے کہ محکمہ ٹرانسپورٹ کی جانب سے ڈرائیورز ٹریننگ سنٹر کا اجراء کیا گیا ہے۔روٹ پر چلنے والی جتنی بھی گاڑیاں ہیں ان کے ڈرائیوروں کے لائسنس باقاعدہ چیک کئے جاتے ہیں، اس کے علاوہ اس ٹریننگ سنٹر میں ڈرائیوروں کو باقاعدہ ٹریننگ بھی دی جاتی ہے۔

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: جناب والا! ان کے کوئی fix duty hours ہیں یا نہیں کیونکہ اکثر جو accidents ہوتے ہیں اس کی بڑی وجہ ڈرائیور کو نیند آ جانا ہوتا ہے۔ڈرائیور overtime کے چکر میں extra hours duty کرتے ہیں بعض اوقات وہ چوبیس، چوبیس گھنٹے سے ڈرائیونگ کر رہے ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں ایسی بات نہیں ہے، یقیناً اُن کو rest دیتے ہوں گے۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب والا! میرا بھی ایک ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: آپ بھی ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں؟ کیونکہ آپ کا آج پہلا دن ہے اور محترمہ وزیر صاحبہ کا بھی پہلا دن ہے۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب والا! میرا چھوٹا سا سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب والا! روٹ پرمٹ اور گاڑیوں کی fitness کے حوالے سے میرا ضمنی سوال ہے کہ سال 2012-13 میں اس کا کتنا revenue collect ہوا ہے؟

جناب سپیکر: یہ تو آپ کا fresh question بنتا ہے۔آپ نیا سوال کر دیں، next time ان سے اس کا جواب لے لیں گے۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب والا میرا ایک اور ضمنی سوال ہے کہ اربن ٹرانسپورٹ کے حوالے سے تو fitness certificate کی ضرورت ہوتی ہے، rural areas میں جو پبلک ٹرانسپورٹ چلتی ہے اس کے لئے کیا قوانین ہیں، کیا وہاں پر بھی fitness certificate کی ضرورت ہوتی ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر: جی، وہ rural areas کے بارے میں پالیسی پوچھ رہے ہیں؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب والا! rural اور urban دونوں جگہ ایک ہی قانون ہے اور ہر جگہ سال میں دو دفعہ fitness certificate جاری کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: شاباش، شکریہ۔ اگلا سوال جناب فیضان خالد ورک صاحب کی طرف سے ہے۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب والا! میرا ابھی دوسرا سوال رہتا ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! sorry۔ فیضان خالد ورک صاحب! آپ ابھی تشریف رکھیں۔ جی، محترمہ عائشہ جاوید صاحبہ!

محترمہ عائشہ جاوید: شکریہ۔ جناب سپیکر! سوال نمبر 343 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور: فرنچائز بس سروس و دیگر تفصیلات

*343: محترمہ عائشہ جاوید: کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ پنجاب میں عوام کے مفاد کے مدنظر اربن ٹرانسپورٹ کے سلسلہ میں مختلف routes پر فرنچائز بس سروس شروع کی گئی ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ صوبائی دارالحکومت میں بھی فرنچائز بس سروس شروع کی گئی ہے، لاہور میں چلنے والی تمام فرنچائز بس سروس کے routes، بسوں کی تعداد اور ان کے مالکان کے ناموں کی تفصیل ایوان میں فراہم کی جائے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ جن routes پر فرنچائز بس سروس موجود ہے وہاں کوئی دوسری پبلک ٹرانسپورٹ نہیں چل سکتی یا انھیں عوام کی سہولت دینے سے روک دیا گیا ہے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ ہر فرنچائز بس سروس کے روٹ کے لئے بسوں کی تعداد بھی مقرر کی جاتی ہے اگر ہاں تو کیا لاہور میں ہر روٹ پر بسوں کی تعداد پوری ہے، اگر نہیں تو اس سلسلے میں حکومت کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین):

(الف) لاہور شہر میں اربن ٹرانسپورٹ میں بہتری لانے کے لئے لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کا وجود عمل میں لایا گیا۔ ایل ٹی سی نے اربن ٹرانسپورٹ میں سرمایہ کاری کے ناموافق حالات میں بھی ملکی و غیر ملکی ٹرانسپورٹ کمپنیوں کو لاہور شہر میں اربن ٹرانسپورٹ سیکٹر میں

سرمایہ کاری کی طرف راغب کیا جس کے نتیجہ میں لاہور شہر اور گردونواح کی عوام کو بہترین اے سی بس سروس مہیا کی جارہی ہے۔

(ب) جی ہاں! یہ درست ہے کہ لاہور شہر میں اربن ٹرانسپورٹ میں بہتری اور عوام الناس کو بہترین سفری سہولیات مہیا کرنے کے لئے پرائیویٹ آپریٹر کے ذریعے مختلف routes کو آپریشنل کیا گیا۔ تمام اربن ٹرانسپورٹ کمپنیوں کے نام، routes اور بسوں کی تعداد کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) یہ درست نہ ہے۔ لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کا مقصد ہی عوام الناس کو بہترین، سستی اور محفوظ ٹرانسپورٹ مہیا کرنا ہے۔ شہر میں بیشتر آلائنمنٹ پر ایک سے زیادہ routes عوام الناس کو بروقت سفری سہولیات مہیا کررہے ہیں۔

مزید یہ کہ لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی نے مختلف فیڈر routes کا آغاز کر دیا ہے جس کے ذریعے عوام الناس کو آسان سفری سہولیات بہم پہنچائی جارہی ہیں۔

(د) یہ درست ہے کہ روٹ کی مناسبت سے ٹرانسپورٹ ماہرین کے بنائے ہوئے پیرامیٹرز کے مطابق بسوں کی تعداد کو متعین کیا جاتا ہے۔ لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی آپریشنل routes پر مطلوبہ تعداد میں بسوں کی فراہمی کو یقینی بناتی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

محترمہ عائشہ جاوید: جناب والا! میں نے اپنے سوال کے جز (د) میں پوچھا تھا کہ کیا یہ بھی درست ہے کہ ہر فرنچائز بس سروس کے روٹ کے لئے بسوں کی تعداد بھی مقرر کی جاتی ہے اگر ہاں تو کیا لاہور میں ہر روٹ پر بسوں کی تعداد پوری ہے، اگر نہیں تو اس سلسلے میں حکومت کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟ انہوں نے جز (د) میں جواب دیا ہے کہ "یہ درست ہے کہ روٹ کی مناسبت سے ٹرانسپورٹ ماہرین کے بنائے ہوئے پیرامیٹرز کے مطابق بسوں کی تعداد کو متعین کیا جاتا ہے۔" کیا یہ بتانا پسند کریں گے کہ ان کے پیرامیٹرز کیا ہیں جس کے مطابق یہ بسوں کی تعداد مقرر کرتے ہیں؟

جناب سپیکر: بسوں کی تعداد مقرر کرنے کا کیا طریق کار ہے؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! ایک بات تو یہ ہے کہ محترمہ عائشہ جاوید صاحبہ نے جو سوال کیا ہے اس میں انہوں نے فرنچائز بس سروس کے حوالے سے پوچھا ہے۔ میں یہ کہنا چاہوں گی کہ فرنچائز بس سروس 2005 میں ختم ہو چکی ہے اور اب mix financing

پر ملکی اور غیر ملکی بسیں چلا رہے ہیں، اس کی لسٹ بھی فراہم کر دی گئی ہے۔اس وقت لاہور میں 34 کمپنیاں کام کر رہی ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ عائشہ جاوید: جناب والا! محکمہ نے جواب جو دیا ہے میں نے اس کے مطابق ضمنی سوال کیا ہے، اس کے جواب میں کہیں یہ نہیں لکھا ہوا کہ فرنچائز بس سروس ختم ہو گئی ہے۔اگر میں غلط ہوں یا یہ جواب غلط ہے تو یہ مجھے بتادیں؟

جناب سپیکر: میں تو دونوں کو ہی ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب والا! میرے پاس محکمہ کی طرف سے جواب جو آیا ہے میں نے تو اسی کے متعلق ہی ضمنی سوال کرنا ہے؟

جناب سپیکر: محترمہ! فرما رہی ہیں کہ فرنچائز بس سروس تو ہم نے 2005 میں ختم کر دی ہے۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب والا! جو محکمہ نے جواب دیا ہے میں تو اس کے مطابق ضمنی سوال کر رہی ہوں، اس کا مطلب تو یہ ہے کہ محکمہ نے غلط جواب دیا ہے؟

جناب سپیکر: نہیں، انہوں نے غلط جواب نہیں دیا۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب والا! محکمہ کی طرف سے مجھے جواب جو دیا گیا ہے یہ اس کے اندر چھپا ہوا ہے آپ بے شک پڑھ لیں۔

جناب سپیکر: کہیں غلطی ہو گئی ہو گی۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب والا! اتنی بڑی غلطی کیسے ہو سکتی ہے؟

جناب سپیکر: محترمہ! clerical mistake ہو گئی ہو گی۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب والا! اتنی بڑی غلطی کیسے ہو سکتی ہے؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحید الدین): جناب سپیکر! ایک تو یہ misprinting ہو گئی ہو گی، دوسری میری گزارش یہ ہے کہ 1999 میں فرنچائز بس سروس شروع ہوئی تھی لیکن 2000 میں سپریم کورٹ نے اسے human rights کی خلاف ورزی قرار دیتے ہوئے اس سروس کو ختم کر دیا تھا اور اس وقت بسیں mix financing پر چل رہی ہیں۔اس کے علاوہ جہاں تک routes

کی پلاننگ کا تعلق ہے اس میں باقاعدہ روٹ کی لمبائی دیکھی جاتی ہے، سواریوں کی تعداد، سڑک کی چوڑائی، اوقات برائے سواری اور بسوں کی تعداد کو مد نظر رکھتے ہوئے اس پر کام کر رہے ہیں۔

محترمہ عائشہ جاوید: جناب والا! میں نے جو سوال پوچھا تھا محترمہ نے اس کا جزوی جواب دے دیا ہے لیکن جواب جو محکمے کی طرف سے دیا گیا ہے وہ بالکل مختلف ہے۔ اب یہ بتانا پسند فرمائیں گی کہ How often is this survey carried on? کتنی دیر کے بعد یہ سروے کیا جاتا ہے اور کیسے پتا چلتا ہے، کیا یہ سروے سال بعد کیا جاتا ہے، چھ ماہ بعد کیا جاتا ہے؟ کیونکہ آبادی کے تناسب سے بسوں کی تعداد بڑھائی اور گھٹائی جاتی ہے۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحید الدین): جناب والا! باقاعدگی سے سالانہ سروے کیا جاتا ہے اور جس طرح عوام کی ڈیمانڈ ہوتی ہے اس کے مطابق ہم تعداد بڑھاتے رہتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! میری یہ گزارش ہو گی کہ سیکرٹری صاحب کو اس بات کی اجازت دے دیں کہ وہ ایوان میں آکر جواب دے دیں۔

جناب سپیکر: کیا فرمایا ہے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! جتنی تیزی کے ساتھ آفیشل گیلری سے چٹیں آ رہی ہیں، میری یہ گزارش ہے اور آپ ماشاء اللہ بااختیار بھی ہیں، سیکرٹری صاحب کو اجازت دے دیں کہ وہ ہی اس کا جواب دے دیا کریں ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے؟ (قطع کلامیاں)

MR SPEAKER: None is allowed to answer here. I rule it out. Thank you very much.

اگلا سوال فیضان خالد ورک صاحب کی طرف سے ہے۔

جناب فیضان خالد ورک: سوال نمبر 398 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

شیخوپورہ شہر میں چلنے والی ٹرانسپورٹ کی تفصیلات

*398: **جناب فیضان خالد ورک:** کیا وزیر ٹرانسپورٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) شیخوپورہ شہر میں کس کس routes پر بسیں / ویگنیں چلائی جا رہی ہیں؟

(ب) ان routes پر کرایہ کا تعین کب کیا گیا تھا، اس وقت پر route پر کتنا کرایہ وصول کیا جارہا ہے کرایہ نامہ کا چارٹ فراہم کریں؟

(ج) کرایہ کا تعین کون کرتا ہے اور ان کی مشاورت کون کون کرتے ہیں؟

(د) یکم جنوری 2011 سے آج تک ان routes پر کتنی دفعہ کرایہ بڑھایا گیا؟

(ہ) ہر دفعہ کرایہ کس شرح سے بڑھایا گیا کرایہ بڑھانے کا criteria کیا ہے کیا یہ ڈیزل اور سی این جی کی قیمتیں بڑھنے کے ساتھ بڑھایا جاتا ہے؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین):

(الف) شیخوپورہ شہر اور اس کے مضافات تک آنے جانے کے لئے مندرجہ ذیل 5 روٹوں پر بسیں اور ویگنیں چلائی جارہی ہیں جو عوام کے شہری سفری ضروریات پوری کررہے ہیں:

1- شیخوپورہ تا جنڈیالہ شیر خان

2- شیخوپورہ تا ہر دیپ

3- شیخوپورہ تا کوٹ پنڈی داس

4- شیخوپورہ تا اجنیاں والہ

5- نبی پور تا وار بٹن

(ب) محکمہ ٹرانسپورٹ نے پٹرولیم مصنوعات میں اضافہ کے بعد کرایوں کا تعین مورخہ 2.01.2013 کو کیا تھا جس کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) کرایوں کا تعین محکمہ ٹرانسپورٹ ٹرانسپورٹرز حضرات کے ساتھ باہمی مشاورت کے ساتھ کرتا ہے۔

(د) صرف ایک بار مورخہ 2013-01-02 کو بڑھایا گیا۔

(ہ) محکمہ ٹرانسپورٹ پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کو مد نظر رکھتے ہوئے ٹرانسپورٹر حضرات کی مشاورت سے کرایوں کا تعین کرتا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب فیضان خالد ورک: جناب والا! میں جز (الف) کے بارے میں پوچھنا چاہوں گا کہ شیخوپورہ کے بارے میں انہوں نے جو routes بتائے ہیں اور اس میں انہوں نے جو کرایہ تعین کیا ہے، اس

بارے میں پوچھنا چاہوں گا کہ وہاں پر TOYOTA گاڑیاں اور بسیں علیحدہ علیحدہ کرایہ لے رہی ہیں، کیا TOYOTA گاڑیوں اور بسوں میں کوئی فرق ہوتا ہے؟

جناب سپیکر: کرایوں کے فرق کے بارے میں ان کو بتادیں۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب! آپ کدھر دیکھتے ہیں، آپ میری طرف دیکھا کریں، آپ کسی اور کی طرف نہ دیکھا کریں، آپ کی مہربانی ہے۔ آپ کسی اور طرف دیکھتے ہیں تو یہ ٹھیک نہیں ہے۔ (قہقہے)

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! میں کسی کی طرف نہیں دیکھ رہا۔

جناب سپیکر: آپ میری طرف دیکھیں، بس مہربانی۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحید الدین): جناب والا! ویگن اور بس کے کرایہ میں فرق ہے۔

جناب سپیکر: کیا فرمایا ہے؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحید الدین): ویگن اور بس کے کرایہ میں فرق ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: اس کا تناسب بتادیں کہ mileage کے حساب سے ویگن اور بس کے کرائے میں کیا فرق ہے۔ ان کو اس بات کی تسلی کرائیں۔ چلو اگلا ضمنی سوال پوچھ لیتے ہیں۔ جی، ورک صاحب!

جناب فیضان خالد ورک: جناب سپیکر! انہوں نے جواب کے جز(ب) میں کہا ہے کہ پٹرولیم مصنوعات کے اضافے سے۔۔۔ (شور وغل)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔ دیکھیں ان کے ضروری سوالات آ رہے ہیں اور منسٹر صاحبہ نے جوابات دینے ہیں۔ آپ مہربانی کریں اگر گپ شپ لگانی ہے تو لابی آپ کے لئے حاضر ہے وہاں جا کر گپ شپ لگائیں لیکن یہاں پر آپ غور سے بات سنیں انہوں نے جواب دینا ہوتا ہے۔ جی، ورک صاحب!

جناب فیضان خالد ورک: جناب سپیکر! جز(ب) میں ہے کہ محکمہ پٹرولیم کی مصنوعات کی قیمتوں کے اضافے سے کرائے کا تعین کیا جاتا ہے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کرائے تو پٹرولیم کی مصنوعات کے ساتھ بڑھا لیتے ہیں لیکن واپسی کم ہی ہوتی ہے۔ کیا محکمانہ طور پر کوئی action لیا جاتا ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر: محترمہ! جب پٹرولیم مصنوعات کی قیمتیں کم ہوں تو کیا کرائے بھی کم کئے جاتے ہیں یا نہیں؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! فی لیٹر کم از کم پانچ روپے کا فرق آ جائے تو پھر ریٹ میں تبدیلی کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، اگلا سوال ظہیر الدین خان علیزئی صاحب کا ہے۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر: On his behalf سوال نمبر 434 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے جناب ظہیر الدین خان علیزئی کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا)

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ملتان شہر میں چلنے والی بسوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*434: جناب ظہیر الدین خان علیزئی: کیا وزیر ٹرانسپورٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ملتان شہر کے اندر کس کس کمپنی کی بسیں چل رہی ہیں، ان کے مالکان کے ناموں سے آگاہ کریں؟

(ب) ان بسوں کی تعداد کتنی ہے کیا یہ بسیں ملتان شہر کے لوگوں کے لئے کافی ہیں اگر نہیں تو حکومت مزید بسیں چلانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(ج) کیا ملتان شہر میں خواتین کے لئے علیحٰدہ بس سروس کام کر رہی ہے اگر نہیں تو حکومت کب تک چلانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین):

(الف) اس ضمن میں سیکرٹری ڈی آر ٹی اے ملتان سے جواب طلب کیا گیا جو کہ مندرجہ ذیل ہے:
ملتان شہر میں اس وقت ابراہیم خان اینڈ کمپنی، خان برادرز کمپنی اور فیصل موورز ایکسپریس کی بسیں چل رہی ہیں اور ان کے مالکان کے نام بالترتیب یہ ہیں:-

(i) محمد ابراہیم خان (ii) امانت علی خان
(iii) خواجہ فرخ اکبر

(ب) ان بسوں کی تعداد 144 ہے جو کہ فی الحال ملتان شہر کے لوگوں کو سفری سہولیات مہیا کرنے کے لئے کافی ہیں۔

(ج) ملتان شہر میں خواتین کے لئے اس وقت کوئی علیحدہ بس سروس کام نہیں کر رہی ہے۔ حکومت پنجاب نے گزشتہ سالوں میں وقتاً فوقتاً مسافر خواتین کے لئے علیحدہ بس سروس کا

آغاز کیا تھا لیکن ان مخصوص بسوں میں خواتین مسافروں کی تعداد نشستوں کی تعداد کے لحاظ سے بہت کم تھی جو کہ مالی خسارے کا سبب بن رہی تھی جس کی وجہ سے اس سروس کو بند کر دیا گیا تھا۔ اربن بسوں میں نشستوں کی مقرر شدہ تعداد 39 ہے ان میں سے خواتین کے علیحدہ کمپارٹمنٹ میں خواتین مسافروں کے لئے 11 نشستیں مخصوص ہیں اور اتنی ہی تعداد میں مسافر خواتین کھڑی ہو کر بآسانی سفر کر سکتی ہیں لہذا خواتین کے لئے علیحدہ بس سروس کی ضرورت نہ ہے۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! جز(ب) میں بتایا گیا ہے کہ ملتان شہر کے لئے 144 بسیں چل رہی ہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کن کن routes پر کتنی کتنی بسیں چل رہی ہیں؟

وزیر زکوٰۃ و عشر (ملک ندیم کامران): یہ fresh question بنتا ہے۔

جناب سپیکر: آپ تمام questions کو fresh ہی کہہ دیتے ہیں پھر وہ بھی نقل کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسے نہ کریں۔ انہوں نے جو 144 بسیں چلائی ہوئی ہیں ضمنی سوال انہی کے بارے میں ہے۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحید الدین): جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ معزز ممبر اپنا سوال دہرا دیں۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! جز(ب) میں بتایا گیا ہے کہ ملتان شہر میں 144 بسیں چل رہی ہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ۔۔۔

جناب سپیکر: وہ تمام routes پر ہی چل رہی ہیں اب چھوڑ دیں بات۔

سردار شہاب الدین خان: کن کن routes پر کتنی بسیں چل رہی ہیں یہ تعداد تو بتا دیں؟

جناب سپیکر: انہوں نے 144 کہہ دیا ہے۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! میرا سوال routes کے متعلق ہے۔

جناب سپیکر: Routes کو چھوڑیں اس کا تو لمبا جواب دینا پڑے گا۔ کوئی اور ضمنی سوال کر لیں۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! جز(ج) میں بتایا گیا ہے کہ خواتین کے لئے۔۔۔

MR SPEAKER: Order please.

سردار شہاب الدین خان: جز (ج) میں بتایا گیا ہے کہ خواتین کے لئے علیحدہ بس سروس شروع کرنے کی کوئی ضرورت نہ ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ پچھلے سال بسیں چلائی گئی تھیں وہ خسارے میں گئی ہیں۔ کیا محترمہ یہ بتا سکیں گی کہ اس پر کتنا بجٹ رکھا گیا تھا اور کتنے خسارے میں گئی ہیں؟

معزز ممبران: یہ fresh question بنتا ہے۔

SARDAR SHAHAB-UD-DIN KHAN: Mr Speaker! No fresh question.

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! ان کا جو پہلا سوال تھا اس سلسلے میں عرض ہے کہ ملتان شہر کے اندر۔۔۔

جناب سپیکر: اس کو چھوڑ دیں۔ انہوں نے جو نیا ضمنی سوال کیا ہے اس کا جواب دیں۔ اگر آپ کے پاس کوئی طریقہ ہے تو اس کے مطابق جواب دیں۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جی، ٹھیک ہے۔ خواتین کے لئے علیحدہ بسوں کا سلسلہ شروع ہوا تھا لیکن وہ پروگرام شروع نہیں ہو سکا۔ جس طرح پہلے بھی بتایا ہے کہ 39 سیٹوں میں سے تقریباً 30 فیصد سیٹیں خواتین کے لئے رکھی جاتی ہیں۔ اگر معزز ممبر سمجھتے ہیں کہ ملتان میں خواتین کے لئے علیحدہ بس کا سلسلہ شروع ہونا چاہئے تو اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر: انہیں اس بات سے غرض نہیں ہے، وہ دوبارہ شروع نہیں کرانا چاہتے بلکہ وہ تو آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کون کون سا روٹ تھا اب اس کے بعد انہوں نے دوسرا سوال کر دیا ہے۔ سردار صاحب! محترمہ نے جواب دے دیا ہے اور آپ کو اس جواب سے مطمئن ہونا چاہئے۔ سردار صاحب! آپ اگلا ضمنی سوال کر لیں۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! جز (ج) میں کہا گیا ہے کہ ملتان میں اڈوں پر مسافروں کو مناسب سہولتیں فراہم کی جا رہی ہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ان سہولیات کے بارے میں محترمہ بتا سکتی ہیں کہ کون کون سی سہولتیں فراہم کی جا رہی ہیں؟ چونکہ میرے علم میں آیا ہے کہ وہاں پانی اور بیٹھنے کی سہولیات نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: آپ یہ ضمنی اسی سوال سے پوچھ رہے ہیں یا اگلے سوال سے؟

سردار شہاب الدین خان: میں اگلے سوال سے پوچھ رہا ہوں۔

جناب سپیکر: میں نے اگلا سوال تو پکارا ہی نہیں ہے۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! On his behalf سوال نمبر 435 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے جناب ظہیر الدین خان علیزئی کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا)

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ملتان: محکمہ ٹرانسپورٹ کے دفاتر و دیگر تفصیلات

*435: **جناب ظہیر الدین خان علیزئی:** کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) ملتان میں محکمہ ٹرانسپورٹ کے کتنے دفاتر کہاں کہاں واقع ہیں؟

(ب) ان دفاتر کو 12۔2011 اور 13۔2012 کے دوران حکومت نے کتنا بجٹ فراہم کیا؟

(ج) یہ دفاتر عوام کی فلاح اور سہولیات فراہم کرنے کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہے ہیں؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین):

(الف) اس ضمن میں سیکرٹری ڈی آر ٹی اے ملتان سے جواب طلب کیا گیا جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

ملتان شہر میں محکمہ ٹرانسپورٹ کے دو دفاتر موجود ہیں

(i) ڈسٹرکٹ ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی کا دفتر ضلع کونسل ملتان میں جبکہ

(ii) موٹر وہیکل ایگزامینر کا دفتر رضا ہال پولیس لائن روڈ پر واقع ہے۔

(ب) ان دفاتر کو سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کی طرف سے 12-2011 میں مبلغ -/9156757 روپے اور 13-2012 میں مبلغ -/10,440,000 روپے بجٹ فراہم کیا گیا۔

(ج) یہ دفاتر عوام الناس کو ٹرانسپورٹ کی فراہمی، ٹرانسپورٹرز کو روٹ پرمٹ کا اجراء اور گاڑیوں کو فٹنس سرٹیفکیٹ جاری کر کے گورنمنٹ کا مقرر کردہ ریونیو وصول کر رہے ہیں ۔ مزید برآں اڈوں پر مسافروں کو مناسب سہولیات بھی فراہم کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! اگلا سوال 461 ہے اس میں تمام چیزیں آ جائیں گی۔

جناب سپیکر: جی، کیا کہا؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! انہوں نے جو بس سٹینڈ کے حوالے سے سوال کیا ہے اس کی ساری تفصیل اگلے سوال نمبر 461 میں آ جائے گی۔ میرے خیال میں میری آواز نہیں آ رہی۔

جناب سپیکر: پہلے جن کا سوال آیا ہے ان کو جواب دینا پڑے گا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میں خود بھی آپ کی بات نہیں سن پایا تھا پھر میں نے سیکرٹری صاحب کو بلا کر پوچھا ہے تو پھر مجھے آپ کی بات کا پتا چلا ہے۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! ایک تو ہم بیٹھنے کے لئے سایہ دار جگہ بناتے ہیں shelter کا بندوبست کیا جاتا ہے اس کے علاوہ پینے کے پانی کا بندوبست ہے دیگر اشیاء کی فراہمی میں کنٹین وغیرہ بنائی گئی ہیں اس کے علاوہ بجلی اور پنکھے کی سہولت دی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: جی شاہ صاحب! ضمنی سوال پر ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! اس کے جز (ج) میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ دفاتر گاڑیوں کو فٹنس سرٹیفکیٹ جاری کرتے ہیں۔ وزیر صاحبہ بتائیں کہ ملتان میں کتنے موٹر وہیکل ایگزامینر تعینات ہیں اور ہر موٹر وہیکل ایگزامینر روزانہ کتنی گاڑیوں کو فٹنس سرٹیفکیٹ جاری کرتا ہے؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! ملتان میں ایک ایگزامینر ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں نے پوچھا تھا کہ وہ average روزانہ کتنی گاڑیوں کے فٹنس سرٹیفکیٹ جاری کرتا ہے؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! یہ fresh question ہے میں اس کا جواب اگلے اجلاس میں بتا دوں گی۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! مجھے اس میں صرف یہ عرض کرنی ہے کہ ملتان بہت بڑا شہر ہے یہاں پرائیویٹ اور گورنمنٹ سیکٹر میں بہت ساری پبلک سروس وہیکلز چلتی ہیں لیکن ایک موٹر وہیکلز ایگزامینر ہے۔ یعنی یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کس طرح کام کرتا ہے اور اتنی گاڑیوں کو کیسے سرٹیفکیٹ جاری کرتا ہے اس لئے میں نے پوچھا ہے کہ average کتنے سرٹیفکیٹ جاری کرتے ہیں؟ محترمہ کے پاس چٹ آ گئی ہے لیکن وہ ابھی بتا نہیں سکتیں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں وہ تعداد کے مطابق بڑھا بھی سکتے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں گزارش کروں گا کہ حکومت MVEs میں اضافہ کرے اسی وجہ سے proper fitness نہ ہوتے ہوئے بھی گاڑیاں چلتی رہتی ہیں اور حادثات ہوتے ہیں کیونکہ فٹنس

چیک کرنے کا proper انتظام نہیں ہے لہذا محکمہ اس بارے میں کوئی vision بنائے اپنا کوئی plan بنائے۔

جناب سپیکر: انہوں نے آپ کی بات سن لی ہے۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! میرا پہلا ضمنی سوال 435 کے حوالے سے ہے۔

جناب سپیکر: نہیں۔اب ہم سوال نمبر 435 پر سوال نہیں کریں گے۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! وہی چل رہا ہے۔اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 2012 اور 2013 میں کتنا ریونیو collect ہوا ہے۔یقیناً ہماری محترمہ وزیر صاحبہ کے پاس accurate figures ہونی چاہئے۔ میرا یہ بڑا simple question ہے؟

جناب سپیکر: کتنا ریونیو وصول ہوا؟ آپ کون سے سال کا پوچھ رہے ہیں؟

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! میں پوچھ رہا ہوں کہ سال 2012 اور 2013 میں ملتان سے کتنا ریونیو collect کیا ہے یقیناً اس کی figurer تو ہونی چاہئے؟

معزز ممبران: یہ fresh question بنتا ہے۔

جناب سپیکر: بات تو ٹھیک ہے۔ سوال تو fresh ہی بنتا ہے۔ محترمہ! پتا کر کے انہیں بتادیں۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! افسوس کا مقام ہے کہ ایک simple question کے بارے میں بھی اگر جواب نہیں آ پا رہا تو حکومت کو اپنی کارکردگی کا ذرا جائزہ لینا چاہئے۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! ہمارا target چالیس کروڑ روپیہ تھا لیکن پچاس کروڑ روپیہ حاصل کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال ڈاکٹر مراد راس صاحب کا ہے۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! سوال نمبر 461 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ضلع لاہور: بس سٹینڈز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*461: ڈاکٹر مراد راس: کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع لاہور میں کتنے بس سٹینڈز کہاں کہاں پر واقع ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ان بس سٹینڈز پر صفائی کا نظام ابتر ہے؟
(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان بس سٹینڈز پر عوام کے لئے پینے کے پانی و دیگر سہولیات میسر نہ ہیں؟
(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ اڈا مالکان نے مذکورہ بس سٹینڈز پر اپنی کنٹین، مشروبات کی دکانیں بنا رکھی ہیں جس پر اپنی مرضی کے ریٹس لگائے ہوئے ہیں؟
(ہ) کیا حکومت پنجاب کوئی ایسی انسپکشن ٹیم بنانے کا ارادہ رکھتی ہے جو ان بس سٹینڈز پر وزٹ کرے اور عوام کو سہولیات فراہم کرنے کے لئے اقدامات اٹھائے؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین):

(الف) لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی لاہور شہر میں اربن ٹرانسپورٹ کو مربوط انداز میں ریگولیٹ کرنے کی ذمہ دار ہے۔ جہاں تک بس سٹینڈ کا ذکر ہے تو لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کے زیر انتظام لاہور ریلوے سٹیشن میں واقع بس ٹرمینل ہے جو کہ اربن routes پر چلنے والی بسوں کے زیر استعمال ہیں۔
(ب) لاہور ریلوے سٹیشن ٹرمینل مسافروں کی نقل و حمل کے لئے ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے اور لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی اس کی صفائی کا خاص خیال رکھے ہوئے ہے، نیز ٹرمینل کی تعمیر و مرمت کا کام بروقت کروایا جاتا ہے۔
(ج) لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی اپنے زیر انتظام ٹرمینل پر مسافروں کو تمام سہولیات بہم پہنچاتی ہے اور مزید بہتری کے لئے تمام تر کوششیں بروئے کار لائی جا رہی ہیں۔
(د) لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کے زیر انتظام ٹرمینل پرائیویٹ ملکی و غیر ملکی آپریٹرز کے زیر استعمال ہیں اور ماسوائے ریلوے سٹیشن کی جگہ پر کوئی دکان، کنٹین نہ ہے مزید یہ کہ لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی ریلوے سٹیشن ٹرمینل پر بھی ان تجاوزات کو ہٹانے کا انتظام کر رہی ہے۔
(ہ) لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی نے اپنے زیر انتظام ٹرمینل پر صفائی و دیگر معاملات کی نگرانی کے لئے سپیشل ٹیمیں تشکیل دی ہوئی ہیں جو مسافروں کی شکایات کے بروقت ازالہ کے لئے ہمہ تن گوش ہیں۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! جز (الف) کے اندر جو سوال پوچھا گیا تھا اس کا جواب نہیں دیا گیا۔ سوال یہ تھا کہ "ضلع لاہور میں کتنے بس سٹینڈز کہاں کہاں پر واقع ہیں؟"اس کے جواب میں لکھ دیا گیا ہے

کہ "لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی لاہور شہر میں اربن ٹرانسپورٹ کو مربوط انداز میں ریگولیٹ کرنے کی ذِمہ دار ہے۔" تو اس کا پوچھے گئے سوال سے کیا تعلق ہے؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! انہوں نے اپنے سوال میں بس سٹینڈز کا ذکر کیا تھا جبکہ بس سٹاپ اور بس سٹینڈ میں فرق ہوتا ہے۔ بس سٹاپ اور بس shelters کی تعداد ڈیڑھ سو ہے۔ انہوں نے اپنے سوال میں بس سٹینڈز کا پوچھا ہے تو لاہور کارپوریشن کا ایک بس سٹینڈ ہے، ضلعی انتظامیہ کے زیرانتظام تین اور پرائیویٹ گیارہ بس سٹینڈ ہیں۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! لاہور ریلوے سٹیشن کے قریب واقع بس ٹرمینل کو بہتر کرنے کے لئے جو کام کیا گیا ہے اس پر کتنے اخراجات آئے اور اس کی کتنی دفعہ مرمت کروائی گئی ہے، مجھے اس کی ذرا تفصیل بتادی جائے کہ وہاں پر کیا کیا کام کروایا گیا ہے؟

جناب سپیکر: مراد راس صاحب! کیا آپ نے اس بس ٹرمینل کا visit کیا ہے؟

ڈاکٹر مراد راس: میں نے visit تو نہیں کیا لیکن جواب میں لکھا گیا ہے کہ "ٹرمینل کی تعمیر و مرمت کا کام کروایا گیا ہے۔" اس تعمیر و مرمت کے کام میں اخراجات تو ہوئے ہوں گے۔ منسٹر صاحبہ مجھے اس کی تفصیل بتادیں؟

جناب سپیکر: آپ نے اپنے اصل سوال میں اخراجات کے بارے میں نہیں پوچھا اس لئے اسے چھوڑ دیں اور کوئی دوسرا ضمنی سوال کر لیں۔ آپ کچھ خیال کریں اور اگلا ضمنی سوال پوچھ لیں۔

ڈاکٹر مراد راس: جی، بہتر ہے۔ میرا اگلا سوال جز(ہ) سے متعلقہ ہے۔ جواب میں لکھا گیا ہے کہ "ریلوے سٹیشن بس ٹرمینل پر مسافروں کے بیٹھنے، پانی اور دوسری تمام سہولتوں کا انتظام کیا گیا ہے۔" مجھے بتادیں کہ منسٹر صاحبہ نے last time وہاں پر کب visit کیا ہے؟

جناب سپیکر: ان کا وہاں جانا یا visit کرنا ضروری نہیں۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! میرے علم کے مطابق وہاں پر بیٹھنے اور پانی کا کوئی خاص انتظام نہیں تو اس بارے میں منسٹر صاحبہ کیا کہتی ہیں؟

جناب سپیکر: اگر وہاں کوئی کمی ہے تو اسے دُور کر دیا جائے۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! ہر بس سٹینڈ پر پانی اور بیٹھنے کی سہولت موجود ہے۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! ریلوے سٹیشن پر جو بس سٹینڈ ہے میں اس کے بارے میں پوچھ رہا ہوں کہ کیا وہاں پر مسافروں کے لئے تمام سہولتیں میسر ہیں؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! میرے علم کے مطابق وہاں پر تمام سہولتیں موجود ہیں بہر حال میں مزید تفصیل معلوم کر کے اگلے اجلاس میں بتا دوں گی۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! میں سارے لاہور کا نہیں بلکہ صرف لاہور ریلوے سٹیشن بس سٹینڈ کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! ریلوے سٹیشن بس ٹرمینل پر بیٹھنے اور پانی کا انتظام موجود ہے۔ اسے مزید بہتر کیا جا رہا ہے اور اس وقت بھی وہاں پر کام ہو رہا ہے۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! میں چاہوں گا کہ منسٹر صاحبہ ذاتی طور پر یا ان کے محکمہ کا کوئی آفیسر اس بس ٹرمینل کا visit کرے تاکہ انہیں صحیح situation کا علم ہو سکے۔ میرے علم کے مطابق وہاں پر یہ انتظام نہیں ہے۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحبہ! اگر اس جواب کے حوالے سے محکمہ نے آپ کو misguide کیا ہے تو پھر اس کا notice لیں۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! میں ذاتی طور پر وہاں visit کر لوں گی۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ جس دن آپ وہاں visit کے لئے جائیں تو اپنے ساتھ مراد راس صاحب کو بھی لے جائیں۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! میں منسٹر صاحبہ سے جز (ہ) کے بارے میں ضمنی سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ جواب میں لکھا گیا ہے کہ "لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی نے اپنے زیر انتظام ٹرمینل پر صفائی اور دیگر معاملات کی نگرانی کے لئے خصوصی ٹیمیں تشکیل دی ہوئی ہیں جو مسافروں کی شکایات کے بروقت ازالہ کے لئے ہمہ تن گوش ہیں۔" کیا یہ خصوصی ٹیمیں چوبیس گھنٹے اس ٹرمینل پر موجود رہتی ہیں، کیا ان کا کوئی دفتر وہاں پر ہے اور کیا اس حوالے سے وہاں پر کوئی بورڈ آویزاں کیا گیا ہے کہ جس سے عوام کو علم ہو سکے کہ انہوں نے اپنی شکایات کے لئے کہاں جانا ہے مزید برآں شکایات کی per day average کتنی ہے؟

جناب سپیکر! میں خُدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ اس ٹرمینل کی adverse condition ہے۔آپ بے شک یہاں سے کسی معزز ممبر کو چیک کرنے کے لئے بھیج دیں۔یہ جواب جھوٹ کا پلندا ہے اور میں یہ بات اس ایوان میں on record کہہ رہا ہوں۔خدا کے لئے جھوٹ نہ بولیں اور اس کو ٹھیک کرنے کی کوشش کریں۔

جناب سپیکر: اگر محکمہ کی طرف سے غلط جواب دیا گیا ہے تو ہم اس کا پوری طرح سے notice لیں گے۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! غلط جواب دے کر اس پورے ایوان کی توہین کی گئی ہے۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحبہ! یہ بتائیں کہ کیا وہاں پر آپ کا complaint cell ہے؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! ریلوے سٹیشن بس ٹرمینل پر باقاعدہ complaint centre موجود ہے اور شکایت موصول ہونے پر ایکشن لیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: عارف عباسی صاحب نے بڑے زور سے یہ بات کہی ہے۔آپ اپنے محکمہ کے سیکرٹری سے کہیں کہ وہ فوری طور پر وہاں جا کر اس شکایت کا ازالہ کریں اور اگر Monday کو ہمارا اجلاس ہوا تو پھر آپ اس کا مکمل جواب معزز ممبر کو مہیا کریں گی؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جی، ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال بھی ڈاکٹر مراد راس صاحب کا ہے۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! سوال نمبر 462 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کے قیام و دیگر تفصیلات

*462: ڈاکٹر مراد راس: کیا وزیر ٹرانسپورٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کا قیام کب عمل میں آیا اور کتنے ملازمین گریڈ وار اس ادارے سے منسلک ہیں؟

(ب) اس کمپنی کو قیام سے اب تک کتنے فنڈز فراہم کئے گئے، ان کی سال وار تفصیل سے آگاہ کریں اور فنڈز کہاں کہاں پر خرچ کئے گئے؟

(ج) مذکورہ کمپنی نے عوام کو سفری سہولیات فراہم کرنے کے لئے کون کون سے اقدامات اٹھائے اور کتنی بسیں چلائیں؟
(د) اس کمپنی نے شروع میں کتنی بسیں چلائیں اور اب تک اس میں مزید کتنی بسوں کا اضافہ کیا گیا؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحید الدین):

(الف) لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کا قیام مورخہ 24۔اپریل 2009 کو پنجاب اسمبلی کے نوٹیفکیشن نمبر PAP-Legis-2(12)/2009/55 سے عمل میں آیا اور باقاعدہ طور پر اختیارات کی منتقلی مورخہ 20۔مارچ 2010 کے نوٹیفکیشن نمبر SO(NTS)2-88/2010(LTC) مطابق ہوئی۔

ادارہ سے منسلک ملازمین کی تفصیل ساتھ ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دیا گئی ہے۔

(ب) فنڈز اور اخراجات کی تفصیل ضمیمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) لاہور شہر میں پبلک ٹرانسپورٹ کی ابتر صورتحال کے پیش نظر لاہور ٹرانسپورٹ کمپنی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ عوام الناس کی سفری سہولیات کو بہتر بنانے کے لئے جو اقدامات اُٹھائے گئے اُن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(i) لاہور شہر کے بیشتر اربن routes پر نئی (اے سی)، سی این جی (اے سی) بسوں کی فراہمی۔
(ii) عوام الناس کو بہتر سفری سہولیات کی فراہمی کے لئے خستہ حال بسوں کی تزین وآرائش۔
(iii) خواتین مسافروں کے لئے مخصوص routes پر پنک بس کی فراہمی۔
(iv) مسافروں کے لئے بس سٹاپس پر شیلٹرز کی تعمیر۔
(v) بزرگ اور معذور مسافروں کے لئے مفت سفری کارڈ۔
(vi) طلباء وطالبات کے لئے رعائتی سفری گرین کارڈ کا اجراء۔
(vii) ویب سائٹ پر عوام الناس کے لئے LTC کے زیرانتظام چلنے والے تمام routes کی معلومات۔
(viii) مسافروں کی شکایات کے ازالہ اور سفری سہولیات میں بہتری لانے کے لئے کمپلینٹ سیل کا آغاز۔
(ix) LTC کے زیرانتظام ٹرمینلز پر مسافروں کے لئے مناسب انتظامات۔
(x) مسافروں کے محفوظ سفر کے لئے ڈرائیور و دیگر عملہ کی تربیت۔

مزید یہ کہ 644اے سی و نان اے سی (سی این جی وڈیزل) بسوں کو شہر کے مختلف routes پر چلایا گیا ہے۔

(د) ایل ٹی سی نے اربن ٹرانسپورٹ میں سرمایہ کاری کے ناموافق حالات میں بھی ملکی و غیر ملکی ٹرانسپورٹ کمپنیوں کو لاہور شہر میں اربن ٹرانسپورٹ سیکٹر میں سرمایہ کاری کی طرف راغب کیا جس کے نتیجہ میں لاہور شہر اور گردونواح کی عوام کو بہترین اے سی بس سروس مہیا کی جارہی ہے۔

یہ امر قابل ذکر ہے سال 1999 میں فرنچائز سکیم کے تحت 863 بسوں کا فلیٹ لاہور شہر کے اربن routes پر چلایا گیا لیکن جب سال 2010 میں LTC نے لاہور شہر میں اربن ٹرانسپورٹ کو ریگولیٹ کرنا شروع کیا تو اُس وقت ان بسوں میں چند ایک ہی چلنے کے قابل تھیں جو کہ انتہائی خستہ حال تھیں۔ ایل ٹی سی نے ریفریشمنٹ سکیم کے تحت 95 بسوں کو مرمت کے بعد شہر کے مختلف routes پر چلایا اور کل ملا کر 644 سی این جی وڈیزل (اے سی و نان اے سی) بسوں کو شہر کے مختلف routes پر چلایا گیا ہے۔

یہاں یہ بتانا ناگزیر ہے کہ بسوں کے ساتھ ساتھ 1457 ویگن و مزدا ٹرانسپورٹ بھی شہر کے مختلف routes پر عوام الناس کو سفری سہولیات مہیا کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! جواب کے ساتھ جو فہرست دی گئی ہے اس کے مطابق انہوں نے 314 لوگ hire کئے ہوئے ہیں۔ کیا واقعی وہاں پر 314 لوگ کام کر رہے ہیں؟ میری رپورٹ کے مطابق وہاں پر 314 لوگ کام نہیں کر رہے۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! ملازمین کی تعداد 314 ہے اور وہ باقاعدہ کام کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: اگر یہ ثابت ہو گیا کہ یہ 314 لوگ وہاں پر کام نہیں کر رہے تو پھر غلط جواب دینے والے افسر کے خلاف کارروئی کی جائے گی؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جی، انشاءاللہ اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

جناب سپیکر: مراد راس صاحب! آپ ثبوت لائیں پھر میں اس بارے میں جواب طلبی کروں گا۔

ڈاکٹر مراد راس: جی، ٹھیک ہے۔ کیا انہوں نے وہاں پر کبھی کوئی irregularities دیکھی ہیں، کیا کسی کے خلاف کبھی کوئی انکوائری ہوئی اور اگر ہوئی ہے تو ان کو کیا سزا دی گئی؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): شور کی وجہ سے میں سوال سُن نہیں سکی اس لئے معزز ممبر اپنا سوال دہرا دیں؟

ڈاکٹر مراد راس: میں نے یہ پوچھا ہے کہ ان 314 ملازمین کی طرف سے ابھی تک کوئی irregularities ہوئی ہیں یا نہیں؟

جناب سپیکر: اگر کوئی irregularities ہوئی ہیں تو اس کا انہوں نے ضرور notice لیا ہوگا۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! جب کوئی ضمنی سوال کرتے ہیں تو ہر دفعہ official gallery سے ایک کاغذ آجاتا ہے اور یہ مناسب نہیں۔

جناب سپیکر: میں نے نہیں دیکھا۔ آپ نے دیکھا ہوگا لیکن میں ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ میری توجہ تو آپ کی طرف ہے۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! اگر کوئی irregularity ہوئی ہے تو معزز ممبر اس کی نشاندہی کر دیں۔ انشاء اللہ کارروائی کریں گے۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس محکمہ کے financial setup کے کوئی آڈٹ وغیرہ ہوئے ہیں اور کیا اُن آڈٹ میں کوئی irregularities آئی ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر ٹرانسپورٹ!

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! ہمارے محکمہ میں باقاعدہ آڈٹ کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! internal auditors ہیں یا outside auditors ہیں اور اُس کمپنی کا نام بتایا جائے جس نے internal or outside audit کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر ٹرانسپورٹ!

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! اس information کے لئے ممبر موصوف fresh question کریں۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! خواتین کے لئے لاہور میں pink bus چلائی گئی تھی تو دو چار تھوڑی سی بسوں پر اس کو کیوں روک دیا گیا اور پورے لاہور میں خواتین کے لئے ٹرانسپورٹ کی اتنی زیادہ ضرورت ہے تو ہم خواتین کو ٹرانسپورٹ کے حوالے سے priority کیوں نہیں دے رہے؟ سینئر لیڈر شپ نے عوام اور میڈیا کو دکھانے کے لئے ان بسوں میں travel بھی کیا اور یہ سب ڈرامہ کر کے تین چار بسوں میں تین routes پر محدود ہو گئے ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس پر کیا plan بنایا جا رہا ہے کہ بسوں اور ان کے routes کی تعداد کو increase کیا جائے؟

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ تشریف رکھیں اس کا جواب انہوں نے پہلے دے دیا ہے۔ جی، محترمہ شُنیلا رُوت؟

محترمہ شُنیلا رُوت: جناب سپیکر! اس سوال کے جواب میں بزرگ اور معذور مسافروں کے لئے مفت سفری کارڈز کا ذکر کیا گیا ہے۔ مجھے بتایا جائے کہ یہ مفت سفری کارڈز کہاں سے ملتے ہیں اور اس کی تشہیر بھی کرائی جائے تاکہ لوگوں کو حکومت پنجاب کی طرف سے دی گئی اس سہولت سے آگاہی ہو سکے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر صاحبہ! یہ محترمہ آپ کے نوٹس میں کوئی چیز لاتی ہیں تو اُس پر ضرور غور کیجئے۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! Senior Citizens کے لئے ابھی تک 15 ہزار کارڈ جاری ہو چکے ہیں۔ اگر مزید awareness کی ضرورت ہے تو awareness میں اضافہ کیا جائے گا۔

محترمہ شُنیلا رُوت: جناب سپیکر! یہ کارڈ کہاں سے ملیں گے؟

جناب سپیکر: محترمہ! ہم ان باتوں پر ایوان کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے۔ آپ وزیر موصوفہ سے مل کر یہ بات پوچھ لیں۔

جناب سپیکر: سردار وقاص حسن موکل صاحب!

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! on his behalf سوال نمبر 464 ہے، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ (معزز ممبر نے سردار وقاص حسن موکل کے ایماء پر طبع شدہ سوال دریافت کیا)

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

قصور شہر میں چلنے والی بسوں، ویگنوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*464: سردار وقاص حسن مؤکل: کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) قصور شہر میں کتنے routes پر ویگنیں اور کتنے routes پر بسیں چل رہی ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ شہر میں چلنے والی بسیں اور ویگنیں آبادی کے لحاظ سے کم ہیں؟

(ج) کیا حکومت قصور شہر میں سی این جی بسیں چلانے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین):

(الف) روٹ A کلاس پر قصور سے ستائیس مختلف routes پر ویگنیں اور بسیں چل رہی ہیں۔ اسی طرح روٹ B کلاس پر 15 مختلف routes پر ویگنیں اور بسیں چل رہی ہیں۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ قصور شہر میں کوئی بھی روٹ بسوں یا ویگنوں کے لئے علیحدہ سے مختص نہ ہے۔

(ب) مذکورہ شہر میں چلنے والی بسیں اور ویگنیں اہل علاقہ کو بہترین سفری سہولیات مہیا کر رہی ہیں۔ گورنمنٹ کی لبرل پالیسی کے مطابق ہر کوئی ٹرانسپورٹرز individual یا کمپنی روٹ حاصل کرنے میں آزاد ہے اور روٹ پرمٹ لینے پر کوئی پابندی نہ ہے لہذا جتنی ویگنیں اور بسیں چل رہی ہیں وہ آبادی کے لحاظ سے صحیح ہیں۔

(ج) حکومت نے لاہور تا قصور BUSCO, 51-B بس سروس CNG مورخہ 04-05-2012 سے چلا رکھی ہے اور مورخہ 14-01-2013 سے 51-A بسکو بس سروس CNG قصور تا الہ آباد چل رہی ہے۔

ڈاکٹر نوشین حامد: جناب سپیکر! انہوں نے اس سوال کے جواب میں قصور میں ویگنوں کے routes کی تعداد بتائی ہے تو میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ان routes پر جو ویگنیں اور بسیں چل رہی ہیں ان کی تعداد کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر ٹرانسپورٹ!

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! یہ fresh question بنتا ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! اس سوال کے جواب میں بسوں اور ویگنوں کے اکٹھے routes بتا دیئے گئے ہیں یعنی ستائیس routes پر بسیں اور ویگنیں بتادی ہیں جبکہ سوال میں بسوں اور

ویگنوں کے علیحدہ علیحدہ routes کے بارے میں پوچھا گیا ہے۔ وزیر موصوفہ کہہ رہی ہیں کہ یہ fresh question بنتا ہے۔

جناب سپیکر: جی،اب Question Hour کا ٹائم ختم ہوا۔

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین): جناب سپیکر! میں بقیہ سوال کا جواب ایوان کی میز پر رکھتی ہوں۔

جناب سپیکر: جی، بقیہ سوال کا جواب ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

نشان زدہ سوال اور اس کا جواب

(جو ایوان کی میز پر رکھا گیا)

ضلع قصور: ییلو کیب سکیم کے تحت گاڑیوں کی فراہمی و دیگر تفصیلات

*465: سردار وقاص حسن موکل: کیا وزیر ٹرانسپورٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع قصور میں ییلو کیب سکیم کے تحت جنوری2012 سے اب تک کتنے افراد کو گاڑیاں کس کس کمپنی کی مہیا کی گئیں، ان کے نام اور پتاجات سے آگاہ کریں؟

(ب) پی پی۔180 قصور سے کتنے افراد نے اس سکیم سے گاڑیاں حاصل کرنے کے لئے درخواستیں جمع کروائیں، کتنے افراد کو گاڑیاں مل چکی ہیں کتنی درخواستیں زیر کارروائی ہیں اور کتنے افراد کی درخواستیں مسترد کر دی گئیں؟

(ج) کیا حکومت 2013۔14 کے بجٹ میں ییلو کیب سکیم کو جاری رکھنے کے لئے فنڈز مختص کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر ترقی خواتین / ٹرانسپورٹ (محترمہ حمیدہ وحیدالدین):

(الف) اس ضمن میں سیکرٹری ڈی آر ٹی اے قصور سے جواب طلب کیا گیا جو کہ مندرجہ ذیل ہے:
ضلع قصور میں کل 609 افراد کو سوزوکی کمپنی کی گاڑیاں مہران اور بولان دی گئیں۔ ان افراد کے نام و پتاجات کی تفصیل DCO قصور سے متعلقہ ہے۔

(ب) درخواستیں بنک آف پنجاب نے جمع کی تھیں اور اس کا ریکارڈ بھی ان کے پاس ہے گورنمنٹ نے حلقہ وار کوٹا نہ دیا تھا بلکہ گاڑیوں کا کوٹا تحصیل وڈسٹرکٹ وار دیا گیا تھا۔ گورنمنٹ ٹرانسپورٹ ڈیپارٹمنٹ لاہور کی طرف سے جو کوٹا دیا گیا تھا اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

ضلع قصور	565
تحصیل چونیاں	138
تحصیل قصور	216
تحصیل پتوکی	151
تحصیل کوٹ رادھا کشن	60

ییلو کیب سکیم کے لئے ایک ڈسٹرکٹ District Verification Committee (DVC) بنائی گئی تھی جس کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔اسی کمیٹی کے تحت تمام کارروائی ییلو کیب کی مکمل کی گئی۔

DVC کمیٹی کے ذریعے ضلع قصور میں گاڑیاں دینے کے لئے 631افراد کو اہل قرار دیا گیا جبکہ اسی کمیٹی نے 392افراد کو نااہل قرار دیا۔دفتر ہذا میں اب کوئی درخواست زیر کارروائی نہ ہے۔

(ج) فی الحال ایسا کوئی ارادہ نہ رکھتی ہے۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! آج کی "خبریں" اخبار میں بہت ہی تلخ چیزیں لگی ہوئی ہیں۔ایک تو یہ ہے کہ لاہور گرائمر سکول میں ساتویں کلاس۔۔۔

جناب سپیکر: چنیوٹی صاحب! یہ کوئی طریق کار نہیں ہے۔آپ نے یہ جو خبر پڑھی ہے آپ مہربانی فرمائیں اس کے لئے تحریک التوائے کار لکھ کر آج ہی میرے دفتر میں بھجوائیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں اس حوالے سے آپ کی توجہ چاہتا ہوں کہ کل جب session adjourn ہو گیا تھا اور ہم سب یہاں سے رخصت ہو رہے تھے تو مال روڈ کی طرف پولیس کسی کو جانے نہیں دے رہی تھی۔میں پیدل مال روڈ پر گیا تو وہاں فیصل آباد سے بڑی تعداد میں مرد و خواتین آئے ہوئے تھے اور وہ احتجاج کر رہے تھے۔ایک خاتون رو رہی تھی کہ میرا نوجوان بیٹا قتل کر دیا گیا ہے، مقامی پولیس ملزموں کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور ہماری کوئی شنوائی نہیں ہے۔۔۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ اس معاملے پر توجہ دلاؤ نوٹس دیں ہم اُس کا جواب لیں گے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں نے شادی بیاہ اور دوسری تقریبات پر ہوائی فائرنگ کے بارے میں ایک amendment پیش کی تھی کہ اس جرم کو non-bailable کیا جائے۔ آپ نے میری اُس amendment کو disallow کیا اور آپ نے اُس میں یہ فرمایا:

> Section-4, of Ordinance 2nd of 2000 has not yet been adopted by the province of Punjab.

جناب سپیکر! لوگ تو مر رہے ہیں اور آپ کو بھی معلوم ہے کہ blind bullets کس طرح آتی ہیں۔ بچے، خواتین اور mostly دُلہا صاحب کو بھی گولی لگ جاتی ہے۔ میں نے جو amendment پیش کی تھی اور مجھے معلوم تھا کہ میں جہاں private amendment پیش کروں گا کیونکہ یہ میرا تیسرا tenure ہے میں سوائے Consumer Act کے کوئی amendment نہیں لا سکا۔ گورنمنٹ خود یہ amendment لے کر آئے ورنہ ایوان میں بیٹھا ہوا کوئی بھی معزز ممبر بتائے کہ کتنے لوگ ان blind bullets سے مرتے ہیں؟ یہ ایک ضروری چیز تھی فرض کیجئے کہ گورنمنٹ اگر نہیں چاہتی کہ کوئی amendment private member لے کر آئے تو گورنمنٹ خود amendment لے کر آئے۔

MR SPEAKER: My dear, you too are government. You should talk to your government. Why should I?

شیخ علاؤالدین: کہ

"خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا"

جناب سپیکر: یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ آپ اُن سے بات کریں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں تو آپ سے بات کروں گا۔ مجھے یہاں پر آپ سے ملنا ہے جو کچھ ملنا ہے۔

جناب سپیکر: مہربانی۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ ان سے کہیں کہ amendment لائیں۔

جناب سپیکر: آپ میرے پاس جب آئیں گے، آپ کی پارٹی کا کوئی ساتھی جو اس میں کچھ کرا سکتا ہے اس کے ساتھ مل بیٹھ کر بات کریں گے تو میں سننے کے لئے تیار ہوں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آج کا تاریخی فقرہ ہے کہ You too are authority آپ نے مجھے کہا ہے کہ You too are government یہ کمال فقرہ ہے۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، خرم وٹو صاحب!

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! آپ کا شکریہ آپ نے مجھے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے کا موقع دیا۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی ضمنی الیکشن میں، میں پاکستان پیپلز پارٹی کے پلیٹ فارم سے منتخب ہو کر آیا ہوں۔ میرے مقابلے میں پاکستان مسلم لیگ (ن) کے امیدوار تھے، یہ سیٹ جنرل الیکشن میں پاکستان مسلم لیگ (ن) کو ملی تھی اور اب میں یہ سیٹ ضمنی الیکشن میں جیت کر آیا ہوں۔

جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں اور پنجاب حکومت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ پنجاب میں امن و امان اور قانون کی حکمرانی ہے تو ہمیں میاں محمد شہباز شریف کا احترام ہے ہم ان کے vision کا احترام کرتے ہیں لیکن اس ضمنی الیکشن میں ایک بہت مایوس کن صورتحال دیکھنے میں آئی کہ الیکشن جس روز ختم ہوتا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ ان کے خلاف الیکشن پٹیشن دائر کرنا چاہتے ہیں؟

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! نہیں بلکہ خواتین کے حوالے سے ایک مسئلہ ہے اسے بتانا چاہتا ہوں۔ اس روز میری ایک پولنگ ایجنٹ شاہین فاطمہ، محب علی پولنگ سٹیشن پر موجود تھی جیسے ہی وہ پولنگ سٹیشن سے باہر نکلی تو وہاں پر مسلح لوگوں نے اس کو گھیر لیا اور عورت کی وہ تذلیل کی گئی اس کو مارا گیا اور برہنہ کیا گیا۔ ہم نے احتجاج کیا تو مقدمہ درج ہو گیا لیکن آج تک پولیس ان ملزمان کو گرفتار کرنے کے لئے سنجیدہ نہیں ہے۔ میری آپ کے توسط سے گزارش ہے کہ اگر ہم یہاں پر ایک point raise کریں تو حکومت اس پر attention دے۔

جناب سپیکر: آپ اس پر توجہ دلاؤ نوٹس دیں پھر دیکھیں گے۔

میاں خرم جہانگیر وٹو: جناب سپیکر! میں اس پر ضرور توجہ دلاؤ نوٹس دوں گا لیکن میری گزارش یہ ہے کہ پنجاب حکومت کیوں ڈی پی او اوکاڑہ کو نہیں کہتی کہ اس بے چاری مظلوم عورت کی حق رسی کی جائے اور اس کے ملزموں کو گرفتار کیا جائے؟

سرکاری کارروائی

بحث

گندم کی امدادی قیمت کی تجاویز پر عام بحث

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ بہت شکریہ۔ اب ہم گندم کی امدادی قیمت کی تجاویز پر بحث کا آغاز کرتے ہیں، یہاں منسٹر صاحب بھی موجود ہیں۔ اس بحث میں جو صاحبان حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے نام مجھے بھجوا دیں۔ جی، وزیر خوراک!

MINISTER FOR FOOD (Mr Bilal Yaseen): Sir! I move for general discussion on proposals for wheat support price.

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، منسٹر صاحب! اگر آپ نے کوئی بات بتانی ہے تو بتا دیں تاکہ ایوان اس کے مطابق آگے بڑھے۔

وزیر خوراک (جناب بلال یٰسین): جناب سپیکر! جس طرح آپ جانتے ہیں کہ اس وقت گندم کی بوائی کے موسم کی آمد آمد ہے۔ اس میں پنجاب تقریباً پورے پاکستان کو گندم فراہم کرتا ہے۔ پنجاب کا کاشتکار موسم کی شدت کے باوجود کہ گرمی، سردی اور برسات ہر طرح کے موسم کا سامنا کرتے ہوئے اپنی محنت کے ساتھ فصل اگاتا ہے۔ ہمارے محکمہ خوراک کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ کاشتکار کے معاوضے کا خیال رکھے اور ساتھ ساتھ محکمہ نے یہ بھی دیکھنا ہے کہ consumer کو بھی مناسب قیمت پر معیاری آٹا فراہم ہو۔ اس سلسلہ میں گورنمنٹ سبسڈی بھی دیتی ہے اور کاشتکار کو حوصلے کے لئے support price بھی declare کرتی ہے۔ میں سمجھ سکتا ہوں کہ اس ایوان میں سبھی طرح کے لوگ موجود ہیں، یہاں کاشتکار اور consumers بھی موجود ہیں۔ میری آپ سے گزارش ہوگی کہ ایوان کو open discussion کے لئے allow کریں تاکہ ہم ان کے مفید مشوروں کو note کریں اور ان کی روشنی میں آنے والے دنوں میں جو 15-2014 کی support price کی policy بنے گی اُس میں اِن کی آراء کو شامل کیا جا سکے۔

جناب سپیکر: جی، میں قائد حزب اختلاف کو بحث کے لئے دعوت دیتا ہوں۔ آج جمعۃ المبارک ہے ہمارے پاس وقت تھوڑا ہے اس لئے تمام ممبران تھوڑے وقت میں اپنی بات کو مکمل کریں۔ بہت شکریہ۔ جی، میاں صاحب!

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آج کے حوالے سے یہ انتہائی اہم موضوع ہے۔ صوبہ پنجاب جو ایک زرعی صوبہ ہے اور لوگ یہ توقع کرتے ہیں کہ یہ پورے ملک کو feed کرے گا لیکن آج بدقسمتی سے پنجاب کے عوام سستی روٹی کے نوالے کو ترس رہے ہیں اور ان کی چیخیں نکل گئی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک انتہائی اہم موضوع ہے۔ ہم سب کو مل جل کر جو مہنگائی کا طوفان آرہا ہے اس حوالے سے اس ایوان کے اندر غور و فکر کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! ہمارا گندم کی پیداوار کے حوالے سے 24.2 ملین ٹن national target تھا جبکہ پچھلے سال گندم 22.8 ملین ٹن پیدا ہوئی۔ صوبہ پنجاب میں گندم کا ٹارگٹ 19.2 ملین ٹن تھا جبکہ یہاں پر جو گندم پیدا ہوئی وہ 17.5 ملین ٹن تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومتی اداروں اور زرعی شعبے کی یہ ایک بہت بڑی ناکامی ہے کہ پچھلے دو سال کے اندر پنجاب میں کوئی آفت تھی اور نہ ہی کوئی اس طرح کا سیلاب آیا تو پھر کیوں 19.2 ملین ٹن کے target کو achieve نہ کیا جا سکا جبکہ زراعت اور پیداوار میں اضافہ کے حوالے سے یہاں پر اربوں روپے ہر سال بجٹ میں رکھے جاتے ہیں۔ گندم target سے کہیں کم کیوں پیدا ہوئی؟ یہ food basket کا حال ہے جسے پنجاب کہتے ہیں۔ آج گندم کی پیداوار کم ہونے اور دیگر عوامل کی وجہ سے صورتحال یہ ہے کہ آٹا 42 تا 45 روپے فی کلو گرام فروخت ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر! میاں محمد شہباز شریف بڑے محترم ہیں۔ انہوں نے جب 2008 میں حکومت سنبھالی تو آٹا 16 روپے فی کلو گرام تھا اور روٹی 3 روپے کی دستیاب تھی۔ آج روٹی 6 سے 8 روپے کی فروخت ہو رہی ہے اور نان 8 تا 10 روپے میں فروخت ہو رہا ہے۔ اس مالی سال 14-2013 کے بجٹ میں 30۔ارب روپے اس مد کے لئے رکھے گئے ہیں جس سے یہ آٹے کی سبسڈی یا بہتری کے لئے کام کریں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج سستے آٹے اور سستی روٹی کی جتنی ضرورت ہے اتنی پہلے کبھی نہ تھی۔ آج عوام پریشان ہیں کہ وہ جو ان کے ذرائع آمدن ہیں ان سے دو وقت کی روٹی کا بندوبست کریں، بچوں کی فیسیں دیں یا علاج معالجے پر اخراجات کریں۔ پچھلے سالوں میں انہوں نے ایک انسٹیٹیوٹ Punjab Irrigated Agriculture Productivity Improvement Project بنایا تھا جس کے لئے 09-2008 میں 36۔ارب روپے رکھے گئے تھے اور اس ادارے کے مقاصد پانی کے

کھالوں کو پختہ کرنا، زراعت میں بہتری پیدا کرنا اور فی ایکڑ پیداوار کو بڑھانا تھے۔اب یہ 36۔ارب روپے کی رقم رکھنے کے باوجود ہم اپنی targeted گندم بھی حاصل نہیں کر پائے اور کئی ملین ٹن گندم کی کمی واقع ہو گئی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ "گندم کی امدادی قیمت" جو ہمارا آج کا موضوع ہے یہ بہت ہی complicated ہے۔اگر ہم گندم کی قیمت کو بڑھاتے ہیں تو لا محالہ نان اور روٹی کی قیمتیں بھی یکدم بڑھیں گی جس کے متعلق ابھی بات ہو رہی تھی۔نان اور روٹی کی قیمتیں پہلے ہی ایک عام آدمی کی پہنچ سے باہر ہو چکی ہیں جبکہ آٹھ دس روپے کی روٹی یا نان جس کا آج سے چند برس پہلے تصور نہیں کیا جا سکتا تھا کہ یہ وقت بھی آئے گا کہ ہمیں آٹھ دس روپے کی روٹی اور نان خریدنا پڑے گا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کو ہمیں بہت احتیاط کے ساتھ دیکھنا چاہئے۔ گندم کی امدادی قیمت کو بڑھاتے چلے جانے کی بجائے اگر ہم کسانوں کو cheap input provide کریں جو کسان کی ضروریات کو پورا کرے جیسے کھادیں سستی دیں، بیج معیاری ہو اور پانی دینے کے حوالے سے واپڈا کا tariff کم کیا جائے یعنی فی یونٹ بجلی 22/23 روپے کی بجائے سستی دیں تو اچھے نتائج برآمد ہوں گے۔ابھی پچھلے دنوں کسان اتحاد کا ایک وفد مجھ سے ملا اور محترم وزیر اعلیٰ کے ساتھ بھی اُن کی ملاقات ہوئی جن کا کہنا تھا کہ سپریم کورٹ تک جا کر انہوں نے یہ کیس جیتا ہے کہ اگر دوسرے صوبوں میں آٹھ روپے فی یونٹ بجلی کسانوں کو زرعی مقاصد کے لئے فراہم کی جا رہی ہے تو یہاں کیوں نہیں ہو سکتی جس پر انہوں نے طے کیا کہ ہم ساڑھے دس روپے فی یونٹ کے حساب سے بجلی فراہم کریں گے۔قیمت بڑھانے کی بجائے ہم cheap inputs پر توجہ دیں اور معیاری بیج دیں لیکن گندم کی سرکاری قیمت کو اگر بڑھانا بھی ہے تو ان چیزوں کو ہم ensure کریں کہ گندم کا ایک ایک دانہ حکومت خریدے گی۔ مسائل پیدا ہونے کی سب سے بڑی وجہ میں سمجھتا ہوں یہ ہے کہ پنجاب کے اندر پانچ ایکڑ یا اس سے کم ایکڑ والے زمینداروں کی تعداد 92 فیصد ہے اور پورے ملک میں 84 فیصد ہے۔ اب پانچ ایکڑ سے کم رقبے والے زمیندار کو کسی طرح کی کوئی facilities گورنمنٹ کی سطح پر میسر نہیں ہیں اور جو قرضے وہ پرائیویٹ بنکوں سے لیتے ہیں وہ اُن سے 18 سے 20 فیصد تک mark up لیتے ہیں۔ہوتا یہ ہے کہ بے چارہ چھوٹا کسان لا محالہ ان بنکوں کے پاس جا کر پھنس جاتا ہے اور آڑھتیوں کے پاس اس کی فصل پیدا ہونے سے پہلے ہی بِک چکی ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کو اس طرح کے چھوٹے کاشتکاروں اور زمینداروں کے لئے اس طرح کی facilities دیتے ہوئے کم سے کم mark up پر کوئی پروگرام بنانا چاہئے تا کہ وہ آڑھتیوں کے چنگل سے نکل سکیں۔

جناب سپیکر! ایک صحت مند آدمی کے لئے بائیس سے چوبیس سو food calories کی requirement ہے جبکہ یہ کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ ہمارے یہاں پنجاب کے اندر 2008 میں سولہ سے سترہ سو تک تھیں اور آج یہ calories ایک ہزار سے گیارہ سو تک ہے۔ یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کہ ہم ایک بیمار قوم اور بیمار نوجوان پیدا کر رہے ہیں جو جسمانی اور ذہنی اعتبار سے بیمار ہیں۔ اس کے لئے ہمیں سوچنا ہوگا کہ اتنے بڑے صوبے کے اندر جو کہ زرعی صوبہ ہے ہماری آئندہ آنے والی نسلوں کی صحت کی کیا position ہوگی جس کو روکنے کے لئے ہم کیا کر سکتے ہیں؟ Express of Tribune کے surveys کے مطابق محکمہ خوراک 10 سے 12۔ارب روپیہ سالانہ گندم کی خریداری کے لئے سود کی مد میں ادا کرتا ہے لیکن اس گندم کو محفوظ کرنے کے لئے storage capacity نہیں ہے۔ اگر آج بھی باہر آپ دیہاتوں میں چلے جائیں تو آپ کو کھلے میدانوں میں پرائیویٹ زمین پر ترپالوں میں گندم پڑی ہوئی نظر آئے گی جس کے لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں کوئی پالیسی بنانی چاہئے۔ یہاں سستی روٹی کا بہت ذکر ہوا جس پر آج سے دو تین سال پہلے اربوں روپیہ خرچ بھی کیا گیا اور دو روپے کی روٹی ensure کرنے کے لئے ایک خطیر رقم لگی جس پر بہت زیادہ پراپیگنڈا بھی ہوا جس کو achievement سمجھا گیا لیکن دوسرے لوگوں نے کہا کہ یہ ایک negative activity ہے۔ یہ ہمارے لئے سوچنے کی بات ہے کہ یہاں پر دو روپے کی روٹی ensure کرنے کے لئے پچھلی حکومت نے کوشش کی جبکہ آج یہ آٹھ دس روپے کی روٹی ہے لہذا میں سمجھتا ہوں کہ حکومت اس بارے میں فوری طور پر کسانوں کو cheap inputs کے حوالے سے ایک پیکج کا یہاں اعلان کرے۔ اس کے علاوہ باقی جتنی چیزیں ہیں خاص طور پر گندم کی خریداری کے حوالے سے محکمہ خوراک کے ساتھ مل کر جو تماشا ہوتا ہے کہ عام کسانوں کو باردانہ نہیں ملتا جو بعد میں آڑھتیوں کے پاس جا کر پھنس جاتے ہیں۔ ایک غریب کسان کی کچھ گندم پڑی ہوئی ہوتی ہے جس کی کوشش ہوتی ہے کہ اگر گورنمنٹ کی امدادی قیمت گیارہ سو روپے ہے تو میں بیچ دوں لیکن باردانہ نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً آڑھتی ہی جا کر ان کی ساری گندم book کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ آٹھ، نو یا ساڑھے نو سو روپے میں بیچ دیتے ہیں یعنی وہ آڑھتی ڈیڑھ دو سو روپیہ فی من کے حساب سے کم خرید کر کسانوں کو پابند کرتے ہیں جس کا اصل فائدہ امدادی قیمت بڑھانے کا عام کسانوں کو نہیں بلکہ ان آڑھتیوں کو ہوتا ہے جو ساز باز کر کے گندم کو اپنے پاس store کرتے ہیں اور پھر حکومت کی امدادی قیمت کے مطابق بیچتے ہیں جس سے وہ کروڑوں اربوں روپیہ کماتے ہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس بارے میں خاص طور پر توجہ دی جائے جو بحران آئندہ پھر سر اٹھانے والا ہے۔ روٹی کے حوالے سے

میں نے تحریک التوائے کار بھی کل جمع کروائی تھی کہ دس روپے کا نان اور آٹھ روپے کی روٹی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔یہاں وزیر خوراک بھی بیٹھے ہیں جو ماشاء اللہ بھاگ دوڑ بھی کرتے ہیں اور بڑی سنجیدگی کے ساتھ اپنے محکمے کے معاملات کو دیکھ بھی رہے ہوں گے لہذا میری گزارش ہو گی کہ خصوصی اقدامات کئے جائیں تاکہ آئندہ اس طرح کے بحران کا ہمیں سامنا نہ کرنا پڑے۔بہت شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: شکریہ۔جی، چودھری محمد اقبال صاحب!

چودھری محمد اقبال: جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ کہ ایک sensitive topic پر آپ نے مجھے بات کرنے کی اجازت دی۔ گزارش یہ ہے کہ دنیا میں آج تک ایسا کوئی فارمولا ایجاد نہیں ہوا جس میں گندم کی قیمت مہنگی ہو اور آٹا سستا ہو کیونکہ آٹے کی قیمت گندم کی قیمت کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ دونوں اطراف کو ساتھ لے کر چلیں گے تو کامیابی ہو گی لیکن اگر ایک چیز کا خیال رکھیں گے تو دوسری چیز suffer کرے گی جس کے نتائج بڑے غلط نکلیں گے۔ نتائج غلط کس طرح نکلتے ہیں جب گندم کی support price بہت کم ہو کیونکہ ہمارے کاشتکار بھائی بھی اتنے سمجھدار ہو گئے ہیں جو دیکھتے ہیں کہ profitability کدھر ہے۔

کیا آپ میری بات سن رہے ہیں؟ یہ topic آپ سے بھی متعلقہ ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ کی توجہ بھی رہے۔

جناب سپیکر: جی، یہ سب کے متعلقہ ہے۔

چودھری محمد اقبال: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ جب تک اس crop میں profitability نہیں بڑھائیں گے تب تک یہ معاملہ آگے نہیں چل سکے گا۔ کاشتکار بھی اب یہ سوچتا ہے کہ اگر میں چارہ یا کوئی اور فصل بیجوں تو وہ مجھے زیادہ profit دیتی ہے جبکہ گندم کم profit دیتی ہے لیکن محنت زیادہ ہے۔ اس میں خرابی یہ ہے کہ جتنی بھی inputs ہیں جیسے کھاد، ڈیزل اور بجلی ہے وہ ساری دن بدن مہنگی ہوتی جا رہی ہیں لیکن اگر آپ گندم کی قیمت نہیں بڑھائیں گے تو balance نہیں رہے گا اور profit نہیں ہو گا جس کی وجہ سے زمیندار کسی اور فصل کی طرف چلا جاتا ہے۔ جب وہ کسی اور فصل کی طرف رجوع کرتا ہے تو نتائج کیا نکلتے ہیں؟ اس کے نتائج یہ نکلتے ہیں کہ گندم کی پیداوار کم ہوتی ہے جس کی وجہ سے گندم import کرنی پڑتی ہے۔ اپوزیشن لیڈر صاحب بڑے سمجھدار ہیں جو ان باتوں کو سمجھتے ہیں کہ گندم جب import کرنی پڑتی ہے تو کس بھاؤ پڑتی ہے جس کی میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا اور نہ وقت ضائع کرنا چاہتا ہوں۔ گندم میں جو غذائی اجزاء ہوتے ہیں، جو گندم باہر سے درآمد ہوتی ہے وہ تو بڑی ہی ناقص گندم

ہوتی ہے جو پاکستان کو دیتے ہیں، جو ہماری گندم میں ملا کر پیس کر لوگوں کو دی جاتی ہے ورنہ وہ آٹا تو لوگ کھاتے ہی نہیں ہیں۔ اس طرح کی گندم ہمیں ملتی ہے اور اس کی قیمت بھی زیادہ ہوتی ہے جس پر زر مبادلہ بھی پاکستان کو دینا پڑتا ہے اور اس سے ملک کی کمر ٹوٹ جاتی ہے تو اس کو meet with کرنے کے لئے ایک ہی راستہ ہے کہ اس فصل کو profitable بنایا جائے اور اس کی support price بہتر کی جائے۔ اس کے مقابلے میں جن کی طرف قائد حزب اختلاف نے اشارہ فرمایا ہے کہ ایک طبقہ وہ ہے جس کی آمدن بڑی کم ہے جو below the poverty line رہ رہا ہے، اس کے پاس وسائل نہیں ہیں اور اگر اس طبقہ کو روٹی اور آٹا مہنگا ملے گا تو وہ کس طریقے سے زندگی گزار سکے گا۔ اس کا حل یہ ہے کہ ہمارے ہر ضلع میں عشر و زکوٰۃ کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں جہاں ایسے لوگوں کا پورا data موجود ہے کہ کون لوگ poverty line سے بھی نیچے رہ رہے ہیں اور ان کی آمدنی بہت کم ہے، ان کے پاس وسائل نہیں ہیں تو ایسے لوگوں کو subsidize کر کے آٹا دیا جائے تاکہ وہ بھی suffer نہ کریں اور وہ معیشت کے لئے بوجھ نہ بنیں۔ پھر جو چھوٹے سرکاری ملازمین یعنی گریڈ17 سے بھی نیچے کے ہیں تو ان بے چاروں کی تنخواہ کیا ہے، وہ اگر سال کے لئے گندم خریدیں تو اس میں ان کی ساری تنخواہ لگ جائے گی تو انہیں بھی اس میں ڈالا جائے اور اس طبقے کو subsidize کیا جائے جو کہ suffer کر رہا ہے اور زمینداروں کو ان کا profit ضرور دیا جائے۔ اگر دونوں کو balance کر کے رکھا جائے گا تو پھر یہ بات آگے بڑھے گی اس کے علاوہ اور کوئی طریق کار نہیں ہے۔

جناب سپیکر! دوسرا طریق کار یہ ہے کہ زرعی inputs کو subsidize کر دیا جائے، کھاد کو subsidize کیا جائے، بجلی کو subsidize کیا جائے، ڈیزل کو subsidize کیا جائے اور farmer کو دیا جائے پھر بے شک اسے قیمت کم دی جائے تو وہ برداشت کر لے گا۔ اس کے علاوہ کوئی تیسرا طریقہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں ایک دو تجاویز وزیر خوراک کو پیش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ براہ مہربانی محکمہ زراعت سے cost price نکلوائیں کہ کھاد ڈال کر depreciation of the tractor جب ہم ٹریکٹر چلاتے ہیں، مونجی میں چلاتے ہیں تو اس کی قیمت کیا رہ جاتی ہے اور جب ہم گندم بوتے ہیں تو اس کا کتنا خرچہ آتا ہے depreciation ٹریکٹر کی کیا ہے، ڈیزل کا خرچہ کیا ہے، کھاد کا خرچہ کیا ہے اور پانی کا خرچہ کیا ہے تو یہ سارے اخراجات نکال کر یعنی جتنی دفعہ ہل چلایا اس کی cost of production

نکلوائیں اور پھر اس پر دس فیصد یا بیس فیصد منافع دیں تو پھر یہ بات آگے بڑھے گی اور اس سے دونوں طبقے suffer نہیں کریں گے۔

جناب سپیکر: اگر اس سے منافع نہ آیا تو پھر کیا کریں گے؟

چودھری محمد اقبال: جناب سپیکر! اگر منافع نہیں آئے گا تو اس کا balance رکھیں ناں۔ اسے دس فیصد یا پانچ فیصد ہی دیں اور اگر نہیں دیں گے تو پھر وہ دوسری فصل کی طرف چلا جائے گا اور پھر آپ کو گندم درآمد کرنا پڑے گی۔

جناب سپیکر: میں آپ کی بات کے حوالے سے ایگریکلچر منسٹر صاحب سے گزارش کروں گا کہ مہربانی فرما کر ریسرچ پر بہت زیادہ زور دیں۔ آپ کو یہ میری طرف سے اور اس ایوان کی طرف سے request ہے کہ ہمیں اس بات کو اہمیت دینی چاہئے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

دوسری بات یہ ہے کہ کسی پڑوسی ملک کے ساتھ جس کے ساتھ شاید آپ کا تعلق اچھا نہ ہو، وفاقی حکومت اور اپنے وزیراعلیٰ صاحب کی اجازت کے ساتھ وہاں کا دورہ ضرور کریں۔ آج جو بات ہو رہی ہے شاید ان چیزوں میں آپ کو استفادہ ہو سکے۔ یہ بہت ضروری ہے ایک ریسرچ اور دوسری بات جو میں نے کی ہے۔ اگر آپ چاہیں تو وہ آپ کی مرضی ہے کیونکہ میں آپ کو پابند نہیں کر سکتا اور ہو سکتا ہے کہ آپ کو اجازت نہ ملے لیکن یہ بڑا ضروری ہے اور delegation بھی ساتھ لے جائیں تو مجھے اعتراض نہیں ہے۔ یہ آپ کے لئے بھی اور جن کے پاس یہ محکمہ ہے ان کے لئے بھی بہت ضروری ہے۔ شکریہ

وزیر زراعت (ڈاکٹر فرخ جاوید): جناب سپیکر! آپ کی تجویز پر انشاء اللہ عمل کرنے کی پوری کوشش کی جائے گی۔

چودھری محمد اقبال: جناب سپیکر! آپ نے عین وقت پر بڑا اچھا point out کیا ہے کہ ریسرچ کو بہتر کرنا ضروری ہے اور میرے بھائی وزیر زراعت اگر اس پر کام کریں گے تو انہیں پتا چلے گا کہ ریسرچ کے سارے پیسے ملازمین کی تنخواہوں کی مد میں چلے جاتے ہیں اور ریسرچ کے لئے بہت تھوڑے پیسے رہ جاتے ہیں۔ آپ نے ذرا گول مول بات کی لیکن میں ذرا کھل کر بات کرتا ہوں۔ ہمارا دل نہیں چاہتا کہ ہم تعریف کریں لیکن جو بات اچھی ہو وہ کرنی چاہئے۔ ہمارا ہمسایہ ملک انڈیا جو کہ ہماری ہمسائیگی میں ہے اور major پنجاب کا حصہ ہمارے پاس ہے جبکہ ان کے پاس تھوڑا پنجاب ہے جس کے متعلق میرے بھائی نے food basket کہا تو وہ food basket دراصل ہمارے پاس ہے لیکن پھر بھی ہم گندم

برآمد کرنے کے قابل کیوں نہیں ہو رہے ؟ اگر آپ ہماری فی ایکڑ پیداوار دیکھیں تو وہ پوری دنیا میں بہت ہی نچلے درجے کی ہے جبکہ انڈیا ہم سے آگے ہے۔ انڈیا سے ہمیں آگے بڑھنا چاہئے اور آپ نے بڑا صحیح point out کیا ہے کہ ریسرچ کے ذریعے یہ ہو سکے گا۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! میں نے کسی کا نام نہیں لیا۔

چودھری محمد اقبال: جناب سپیکر! آپ کو لینا بھی نہیں چاہئے لیکن میں نے لے دیا ہے اور اس میں کوئی مسئلہ یا گھبراہٹ والی بات نہیں ہے۔ دوسری گزارش میں نے وزیر خوراک سے کرنی ہے کہ ایک اور کمی پوری کرنے والی ہے اگر اس کی طرف توجہ دیں گے جس کی طرف قائد حزب اختلاف نے بھی اشارہ کیا ہے تو انشاء اللہ اس کے بڑے اچھے نتائج نکلیں گے کہ گندم کی storage capacity ہمارے ہاں ویسی نہیں ہے جیسی کہ ہونی چاہئے لہذا آپ بہترین طریقے کی storage capacity کو بڑھائیں بلکہ اس حوالے سے زمینداروں کو facilitate کریں اور storage بنانے کے لئے ان کے ساتھ share کر لیں یا cost share کر لیں تو زمیندار بھی اس پر خرچہ کر دے گا اور حکومت بھی کرے۔ اگر storage capacity بہتر ہو گئی تو ہماری گندم save ہو سکے گی جسے ہم برآمد کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔ جب تک پاکستان گندم برآمد نہیں کرے گا کیونکہ ہماری گندم کی دوسرے ممالک میں بڑی demand ہے اور ہماری گندم میں خوراک کے اعتبار سے جو اجزاء ہیں وہ ساری دنیا میں صرف ہماری گندم میں ہی پائے جاتے ہیں تو یہ گندم برآمد ہو سکتی ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ جب shortage ہوتی ہے تو ہم درآمد کرتے ہیں جس پر اخراجات بڑھ جاتے ہیں اور جب برآمد کرنے کی باری آتی ہے تو ہمارے پاس کوئی avenues کھلے نہیں ہیں کہ ہم نے کہاں برآمد کرنی ہے لہذا اس پر کوئی پالیسی مرتب کی جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جناب سبطین صاحب!

جناب محمد سبطین خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں شروع تو اس بات سے کروں گا کہ گندم کی امدادی قیمت کے بارے میں جو بحث ہے تو اصول یہ کہتا تھا یا میرے ذہن میں یہ بات ہے کہ ایک دن پہلے ایجنڈا circulate ہونا چاہئے تھا۔۔۔

جناب سپیکر: بس آپ یہ بات چھوڑ دیں تو میرے خیال میں بہتر رہے گی۔

جناب محمد سبطین خان: ٹھیک ہے۔ جناب سپیکر! ہماری economy کا 70 سے 80 فیصد That is agro-based economy گزارش یہ ہے کہ ہماری زراعت کے ساتھ مسائل کیا آ رہے ہیں؟

یہاں جب ہم بات کرتے ہیں تو تاثر یہ دیا جاتا ہے کہ agricultural class کو اور دوسری class کی bifurcation کی جا رہی ہے whereas ہمارا یہ مؤقف نہیں ہے بلکہ ہمارا یہ مؤقف ہے کہ جو کسان اپنی جنس پیدا کرتا ہے چاہے گندم ہو یا کوئی بھی concerning agricultural crop ہو تو میرا خیال ہے کہ یہ ہمارے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے کہ ہم اس کی price خود fix نہیں کرتے تو یہ دنیا کا واحد business ہے۔ گنے کو دیکھ لیں تو اس کی قیمتیں کوئی اور مقرر کرتا ہے، کپاس کو دیکھیں تو اس کی قیمتیں کوئی اور مقرر کرتا ہے، گندم کو دیکھ لیں تو اس کی قیمتیں کوئی اور مقرر کرتا ہے اور جو بھی فصل ہے مختصراً میں یہ عرض کروں گا کہ زمیندار کے بس میں کوئی بات بھی نہیں ہے۔

جناب سپیکر! ہم آگے چلتے ہیں کہ جب ہم گندم کی قیمت fix کرتے ہیں تو اس میں تقریباً کوئی محکمہ بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کی direct or indirect involvement اس میں نہ ہو۔ whether it is Agriculture Department; Irrigation Department; Food Department; or Revenue Department یہ اہم ہے تو پورا پنجاب base کرتا ہے یا پورا پاکستان base کرتا ہے اور اس کی economy agriculture کے ارد گرد گھومتی ہے۔

جناب سپیکر! اب ہم انصاف آپ پر چھوڑتے ہیں کہ الحمد للہ آپ کو ہمارے مسائل کا پورا احساس ہے اور ہم آپ کو منصف بنا کر، آپ ہمارے جج، آپ ہمارے منصف، آپ ہمارے سپیکر اور آپ ہمارے انصاف کرنے والے کہ آپ اس وقت inputs کی حالت دیکھیں کہ جو چیزیں ہمیں regarding agriculture چاہیئے ہوتی ہیں چاہے وہ بجلی ہے، چاہے وہ ڈی اے پی کھاد ہے، چاہے وہ یوریا کھاد ہے، چاہے وہ ڈیزل ہے، چاہے وہ agricultural equipments ہیں یا manual labour ہے۔ یہ دیکھیں کہ کیا ان کی قیمتیں صرف سال کے سال بڑھ رہی ہیں؟ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ بجلی، ڈیزل ایگریکلچر میں کوئی input, output جو بھی اس کے regarding ہے اگر وہ صرف سال کے سال قیمتیں بڑھتی ہیں تو جناب! ہماری بھی سال کے سال قیمتیں بڑھا دیں۔ وہ تو ہر دو دو دن اور چار چار دن کے بعد قیمتیں بڑھ رہی ہیں، ہر ہفتے کے بعد قیمتیں بڑھ رہی ہیں اور ہر تین مہینے کے بعد قیمتیں بڑھ رہی ہیں۔ ہمارے agricultural crop کی قیمت وہ بھی گندم کی سال کے بعد بڑھتی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے قیمت بڑھنی چاہیئے اور اتنی بڑھنی چاہیئے کہ اس کو آپ ایک profitable فصل بنا دیں۔ جو کسان ہے چاہے وہ بارہ ایکڑ کا ہے یا دو سو ایکڑ کا ہے، ایک لفظ بڑا common ہو گیا ہے وہ ہے feudal lords۔ اب یہ تو دیکھیں کہ جو land reforms نے ہمارا حشر

کر دیا ہے تو پھر کون سے feudal lords رہ گئے ہیں؟ بالخصوص I am talking about Punjab، پنجاب میں feudal lords کہاں سے آ گئے ہیں؟ اب تو جب ہم فارم پُر کرتے ہیں تو شرم کے مارے land lord نہیں لکھتے بلکہ ہم لوگ agriculturist لکھتے ہیں کیونکہ We are agriculturists and we are proud of that الحمدللہ ہم زمیندار ہیں۔ اب آگے آ جائیں کہ شہروں میں اس کا impact کیا آئے گا۔ یہ تو تصویر کا ایک رخ ہو گیا جو بڑا سیاہ اور ڈپریشن والا تھا جو زمیندار کے ساتھ سلوک ہو رہا ہے۔ اب شہر کے جو ہمارے دوست احباب ہیں، جو فلور ملوں کے مالکان ہیں وہ کہیں گے کہ جب گندم کی قیمت بڑھے گی تو آٹے کی قیمت بڑھے گی، جب آٹے کی قیمت بڑھے گی تو غریب آدمی کو روٹی اور نان مہنگا ملے گا۔ ہمیں ان کا بھی احساس ہے یہ وہ stage ہے کہ حکومت بے شک ہماری فصلوں کی قیمتیں نہ بڑھائے لیکن اس کے ساتھ inputs یعنی ہمارے ٹریکٹر، ڈیزل اور بجلی کی قیمتوں کو بھی تو نیچے لائے۔ جب ہم نئے نئے ایم پی اے بن کر آئے تھے تو میں نے آپ کو ہمسایہ ملک والی گزارش کی تھی اور آپ نے اس وقت کہا تھا کہ سبطین خان میں منسٹر صاحب کے ساتھ مل کر ایک کمیٹی بناؤں گا جس میں ہمارے اور گورنمنٹ کے معزز ممبران بھی شامل ہوں گے۔ میں گورنمنٹ پر خدانخواستہ بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا۔ ہمیں ایک delegation بنانا چاہئے میں آج پھر اسی بات پر insist کر رہا ہوں اور ہمیں خود اپنے خرچے پر جانا چاہئے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

We don't want to be a burden on the government.

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ جتنے بھی ممبران کو delegation میں ساتھ لے کر جائیں گے وہ تمام اپنا خرچہ خود برداشت کریں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب محمد سبطین خان: جناب سپیکر! بالکل صحیح ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ہم الیکشن لڑ کر آتے ہیں اور اتنا خرچہ کرتے ہیں تو اس میں تو ہمارے ملک کا فائدہ ہے، اس میں ہماری economy کا فائدہ ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت پھر ہمارے ساتھ ایک اور زیادتی ہے کہ جو pesticide والے ہیں اس وقت وہ generic names کے ساتھ دو نمبر دوائیاں بنا رہے ہیں۔ جو ہماری expired دوائیاں ہیں، آپ یقین کریں کہ جو ہمارا چھوٹا کاشتکار ہے اور میں یہ بات برائے بات نہیں کر رہا ہوں۔ جیسا کہ آپ کو پتا ہے کہ آج کل کاٹن کا سیزن آنے والا ہے اور کاٹن کے سپرے ہو رہے ہیں۔ میں نے ایک زمیندار سے اپنی دیسی زبان جو میانوالی کی ہے اس میں پوچھا کہ "یار توں کیہڑا سپرے کرایا اے؟" وہ کہتا ہے کہ

"مینوں تے کسے گل دا پتا کوئی نہیں، میں تے فلانی دکان تے گیا تے اوس نے جیہڑا سپرے مینوں دتا میں اوہی کیتا"

جناب سپیکر! ہماری know how نہیں ہے، اس level پر ہماری وہ ٹریننگ اور ایجوکیشن نہیں ہے، جو Consumer Courts ہوتی ہیں ان کا لوگوں کو پتا ہی نہیں ہے۔ ہم کم از کم ان کو ریلیف دیں اور اس issue کو اسی بات میں خُورد بُرد نہ کر دیں کہ اگر گندم کی قیمت بڑھے گی تو شہروں میں روٹی مہنگی ہو جائے گی۔ میں یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ گندم کی قیمت کو بڑھانا گورنمنٹ کا فرض بنتا ہے اگر وہ نہ بڑھائے ان کی اپنی مرضی ہے لیکن گورنمنٹ پھر سبسڈی بھی دے تاکہ زمینداروں کو بھی اس کا حق ملے۔ شہری طبقہ کو بھی روٹی مہنگی نہ ملے بلکہ سستی ملے۔ سستی روٹی ملنی بھی چاہئے ہم خدانخواستہ یہ نہیں چاہتے کہ روٹی مہنگی ملے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے منسٹر صاحب کو ایک گزارش ضرور کرنا چاہوں گا اور وہ یہ ہے کہ جس طرح آپ نے بھی فرمایا کہ ریسرچ ضرور ہو۔ ہماری deficiencies کو صرف ایک چیز پورا کر سکتی ہے اور that is research یہ جو ایگریکلچر یونیورسٹی ہے میں اس کا گلہ بالکل نہیں کروں گا کیونکہ وہ لوگ اچھا کام کر رہے ہیں، گندم کے اچھے بیج نکال رہے ہیں، کپاس کے اچھے بیج دے رہے ہیں لیکن ریسرچ کے علاوہ۔ میں محترم منسٹر صاحب سے آپ کی وساطت سے ایک commitment لینا چاہوں گا کہ جو جعلی اور expired دوائیاں ہیں جو pesticide کی شکل میں زمینداروں کے گلے تھونپی جا رہی ہیں کیا اس پر منسٹر صاحب ہماری یہ تسلی کروائیں گے کہ ان کی team raid ہو گی؟ یہ ٹیم جہاں بھی گندم کے علاقے ہیں، آم کے علاقے ہیں، کپاس کے علاقے ہیں وہاں جائے اور جو جعلی generic names والی ادویات ہیں یا expired ادویات ہیں ان پر raid کریں اور ان کو پکڑیں تاکہ ان کی discouragement ہو۔ جو proper دوائیاں ہیں، proper بیج ہے اور proper کھاد ہے وہ زمیندار کو ملنی چاہئے۔ اگر ان چیزوں پر آپ کنٹرول کر لیتے ہیں، آپ یوریا کی قیمت پر کنٹرول کر لیتے ہیں، DAP کی قیمت پر کنٹرول کر لیتے ہیں، ڈیزل کی قیمتوں پر کنٹرول کر لیتے ہیں، بجلی کے agricultural units پر کنٹرول کر لیتے ہیں اور مہنگائی کو روک لیتے ہیں تو پھر گندم کی قیمت نہ بھی بڑھائی جائے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ اگر ان کی قیمتیں ہر مہینے بعد، دو مہینے بعد بڑھیں گی تو پھر یہ زیادتی ہو گی۔

جناب سپیکر! میں آخری بات یہ کروں گا کہ ہمارے مسکین غریب زمینداروں کا ایک زرعی ترقیاتی بنک ہے۔ وہ پچاس ہزار، ایک لاکھ اور دو لاکھ روپے کے قرضے دیتا ہے۔ اب تو وہ زرعی ترقیاتی

بنک limited ہو گئے ہیں۔ اس دور میں جو زمیندار پچاس ہزار، ایک لاکھ، ڈیڑھ یا دو لاکھ روپے قرضہ لے گا تو یقیناً یہ ایک common sense کی بات ہے کہ وہ زمیندار غریب ہے ورنہ امیر آدمی تو لاکھوں اور کروڑوں میں قرضہ لیتے ہیں۔ بزنس مین کو قرضہ ملتا ہے کروڑوں میں اور زمیندار کو قرضہ ملتا ہے دو لاکھ سے چار لاکھ روپے میں اور وہ بھی زرعی بنک والے جیپ میں بیٹھ کر زمیندار کے پیچھے پیچھے ہوتے ہیں کہ اس نے ہمارا پچاس ہزار یا دس ہزار دینا ہے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ براہ مہربانی زمینداروں کی حالت پر رحم کیا جائے اور اس کی قیمت کو بڑھایا جائے۔ میری یہ گزارش ہے کہ ابھی ہمارا جو بارہ سو روپے ریٹ چل رہا ہے اس کو کم از کم پندرہ سو روپیہ فی من کیا جائے۔

جناب سپیکر: اگر آپ کی یہ ساری باتیں مان لی جائیں تو پھر آپ یہ کیوں کہیں گے؟ جو باتیں آپ نے کی ہیں اگر وہ پوری ہو جاتی ہیں تو پھر آپ کو قیمت بڑھوانے کی کیا ضرورت ہے؟

جناب محمد سبطین خان: جناب سپیکر! اگر وہ باتیں پوری ہوتی ہیں تو پھر ہم قیمت نہیں بڑھوائیں گے لیکن مجھے لگتا ہے کہ وہ پوری نہیں ہوں گی۔ مہینے بعد بجلی پھر بڑھ جائے گی، جیسے DAP کا ریٹ آئے گا اس کی قیمت تین سو روپے پھر بڑھ جائے گی، یوریا اور ڈیزل پھر پندرہ دن کے بعد بڑھ جائے گا۔ پھر ہماری کون سنے گا؟ آپ اس میں مہربانی کر کے intervene کریں، آپ ہمارے اور گورنمنٹ کے درمیان bridge کا role play کریں اور زمینداروں کے حال پر رحم کیا جائے۔ بہت مہربانی، شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، میں ترتیب وار آؤں گا، ایسے نہیں ہو گا۔ آپ فکر نہ کریں اس کے لئے ہمارے پاس صرف 10 منٹ ہیں اور Monday کو بھی انشاء اللہ ہم اس پر بحث جاری رکھیں گے۔ میں نے ساڑھے بارہ بجے اجلاس ختم کر دینا ہے۔

سید عبدالعلیم شاہ: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔

سید عبدالعلیم شاہ: جناب سپیکر! انڈیا کے بارے میں جو آپ نے comparison کیا ہے، میں ابھی انڈیا کا visit کر کے آیا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، آپ کیا کہہ رہے ہیں؟

سید عبدالعلیم شاہ:جناب سپیکر!میں چھ مہینے پہلے انڈیا کا visit کر کے آیا ہوں ۔ ہم یہاں پر جو comparison کر رہے ہیں وہ غلط ہے۔انڈیا میں فی ایکڑ کاشت کا موزانہ نہیں ہے ان کے پاس فی ہیکٹر ہے۔ان کے چار ڈسٹرکٹ میں، میں گیا تھا۔۔۔

جناب سپیکر:میں آپ سے پھر پوچھ لوں گا۔اب بحث کا ٹائم ہے،آپ مہربانی کریں۔رانا محمد ارشد!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔محمد ارشد ملک (ایڈووکیٹ)!۔۔۔موجود نہیں ہیں۔امجد علی جاوید صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر:جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر:دیکھیں!آپ اپنی باری کے حساب سے چلیں،آپ تھوڑی سی مہربانی کریں۔میں آپ کو ٹائم دوں گا۔Monday کو بھی آپ نے اس پر بحث کرنی ہے۔don't worry انشاءاللہ۔جی،آپ اپنی بات شروع کریں۔

جناب امجد علی جاوید:جناب سپیکر!شکریہ کہ آپ نے نہایت ہی اہم موضوع پر مجھے بولنے کی اجازت دی ہے۔اس کے دو پہلو ہیں۔یہاں پر امدادی قیمت کی بات کی گئی ہے کہ ہر سال جب گندم کی قیمت fix کرنے کا وقت آتا ہے تو اس میں تاثر عموماً یہ جاتا ہے کہ ایک طرف کے حصے کے معاملات کو address کیا جاتا ہے اور آج اس ایوان کے اندر بڑی خوشی کی بات ہے کہ دونوں اطراف کے مؤقف پر بات کر رہے ہیں۔جیسا کہ کہا گیا کہ پنجاب میں جو پیداوار کا ہدف تھا اس ہدف سے کم پیداوار ہوئی ہے۔اس کی وجوہات دو ہیں اور اس کو دو حوالوں سے دیکھنا ہو گا کہ جب کاشتکار گندم پیدا کر لیتا ہے تو ایک طرف وہ دیکھتا ہے کہ اس کو کتنا معاوضہ ملتا ہے۔اس حوالے سے وہ فیصلہ کرتا ہے کہ اسے کون سی فصل کاشت کرنی ہے اور دوسری طرف ہمارا محکمہ خریف کے وقت ان کاشتکاروں کے ساتھ جو سلوک کرتا ہے وہ بھی ان کے فیصلے کو disturb کرتا ہے کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہر سال گندم۔۔۔

جناب سپیکر:آپ دوسرے مائیک پر ہو جائیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر:جناب سپیکر!آپ نے نیا ایوان تو بنوانا نہیں ہے لیکن گزارش یہ ہے کہ مائیک جو بہت پرانے ہو گئے ہیں اگر یہ مائیک نئے لگوالیں تو بہتر ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: مجھے اور آپ کو کہیں دوسرے ممبران نہ کہیں کہ یہ پرانے ہیں اور ان کو یہاں سے نکالو۔(قہقہے)

MIAN MUHAMMAD RAFIQUE: Mr Speaker! Old is Gold.
MR SPEAKER: Thank you. Let him sit.

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! جیسا کہ یہاں بات کی گئی کہ گندم جو کاشتکار پیدا کرتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ اس کی input میں جو چیزیں اسے چاہئیں وہ کس قیمت پر مل رہی ہیں اور وہ اشیاء جو فروخت کرتا ہے اس کی کیا قیمت اسے مل رہی ہے، ایک تو یہ طریقہ ہے کہ قیمت کو بڑھا کر زمیندار کو اس طرف مائل کیا جا سکے کہ وہ زیادہ گندم پیدا کرے لیکن جب ہم اس کے دوسرے پہلو پر بات کرتے ہیں کہ وہ طبقہ جو اس سے متاثر ہوتا ہے اس کی تعداد کتنی ہے تو کیا ہم انہیں facilitate کر سکتے ہیں؟ ہمیں اس طرف بھی نگاہ رکھنی چاہئے کہ وہ لوگ جو شہروں میں رہتے ہیں جن کی تعداد اور غریب لوگوں کی تعداد اس آبادی کا 70 فیصد ہے ہم ان کو کس طرح address کر سکتے ہیں جیسے چودھری اقبال صاحب نے اس کی طرف توجہ دلائی ہے تو کیا جس طرح سے انہوں نے بات کی ہے اس پر عمل کر سکتے ہیں یا زکوٰۃ کے سسٹم کی طرف لگا کر قوم کو بھکاری بنانے کی طرف لے جائیں گے؟ کیوں نہ ہم ایسے طریقے اپنائیں کہ جن سے سسٹم کو بہتر طریقے سے adjust کیا جا سکتا ہے۔ اس میں فصلوں کی input جس میں بیج، کھاد اور ڈیزل کو سستا کر کے کاشتکار کو facilitate کیا جائے۔ پھر جب سستی روٹی جیسی سکیمیں آتی ہیں تو اس پر انگلیاں اٹھائی جاتی ہیں اس لئے بہتر ہو گا کہ اس کی قیمت بڑھانے کی بجائے اس کی inputs سستی کی جائیں تاکہ ہمارا کاشتکار بھی خوشحال اور مطمئن رہے اور ساتھ ہمارے شہروں میں رہنے والے غریب لوگ جو اس سے متاثر ہوتے ہیں وہ بھی متاثر نہ ہوں۔

جناب سپیکر! دوسری بات جو ہمارے کاشتکار کو disturb کرتی ہے یا اس کو متبادل فصلوں کی طرف راغب کرتی ہے وہ محکمہ خوراک کا رویہ ہے۔ جب ہر سال کاشتکار پانچ چھ ماہ کے بعد اپنی فصل حاصل کرتا ہے اور اپنی فصل لے کر آتا ہے، ہم لوگ جو ایک سال کے لئے پالیسی بناتے ہیں اس کو flexible نہیں رکھتے۔ جب پچھلے سال گندم اتنی وافر مقدار میں ملک کے اندر موجود تھی تو پالیسی یہ تھی کہ حکومت کے پاس وہ ساری گندم خریدنے کے لئے وسائل نہیں تھے۔ اس وقت ایسی پالیسی adopt کی گئی ہے کہ کم ٹارگٹ دیئے گئے اور fix کر دیا گیا کہ محکمہ اتنی گندم خریدے گا لیکن اگلے سال جب وہ حالات بدل گئے اور ٹارگٹ سے کم گندم پیدا ہوئی، چاہئے تو یہ تھا کہ اس کے مطابق پالیسی تبدیل کی جاتی لیکن بدقسمتی ہے کہ جو لوگ پالیسی ساز ہیں اور پیچھے بیٹھ کر پالیسی بناتے ہیں انہوں نے پچھلے سال والی وہی پالیسی اس سال بھی جاری رکھی جس کا نتیجہ یہ بھگتنا پڑا کہ پہلے محکمہ زمینداروں کی تذلیل کرتا رہا اور آخر میں جب وقت کم رہ گیا اور ٹارگٹ پورے نہ ہوئے تو بجائے اس کے کہ محکمہ اپنی پالیسی review کرتا

تووہ پالیسی review کرنے کی بجائے اس پالیسی کو اسی طرح برقرار رکھا گیا لیکن اندرون خانہ پھر زمینداروں اور کاشتکاروں کے پاس محکمے کے لوگ جانا شروع ہو گئے کہ ہمارے پاس گندم لے آئیں اس لئے میری یہ گزارش ہو گی کہ محکمہ کو خریف کی پالیسی بناتے وقت اس کو اس کی ضروریات کے مطابق flexible رکھیں اور ساتھ ہی میں یہ عرض کروں گا کہ جس طرح چودھری صاحب نے بھی بات کی ہے کہ جب ہم اپنے ہمسایہ ملک کے ساتھ compare کرتے ہیں کہ وہاں کے پنجاب کا تھوڑا حصہ ایک بہت بڑے ملک کی خوراک کی ضروریات پوری کرتا ہے اور ہمارا پنجاب جو اس سے کئی گنا زیادہ بڑا ہے تو ہم اپنے ملک کی خوراک کی ضرورت کیوں پوری نہیں کر پاتے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، بڑی مہربانی۔ بہت شکریہ

جناب امجد علی جاوید: میں صرف ایک منٹ میں اپنی بات ختم کروں گا۔

جناب سپیکر: ایک منٹ آپ کو ملے گا اس سے زیادہ نہیں، اس سے پہلے کہ آپ اپنی بات ختم کریں میں ایک اعلان کرنے لگا ہوں کہ ٹیوٹا(TEVTA) کے کچھ ملازمین باہر احتجاج کر رہے ہیں تو میں اس کے لئے ایک کمیٹی بناتا ہوں جن میں میاں مناظر حسین رانجھا صاحب، جناب محمد سبطین خان صاحب اور رانا محمد ارشد صاحب شامل ہوں گے۔ یہ تینوں صاحبان ان سے ملیں، ان کی بات سنیں پھر اس معاملے کو ذرا درست فرمائیں۔ اب مہربانی کریں، اپنی بات ختم کریں۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! ہم دیکھتے ہیں کہ پنجاب میں پچھلے پچیس اور تیس سال سے storage capacity میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر: جی، آج کے اجلاس کے ایجنڈا کا وقت ختم ہو گیا ہے انشاء اللہ سوموار کو اس پر بحث جاری رہے گی۔ اب اجلاس 2۔ ستمبر 2013 بروز سوموار سہ پہر 3 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔